December 2017

Rs.20/-

اہل سنت و جماعت کا ترجمان

ماہنامہ پیغام شریعت دہلی



- عید میلاد النبی ﷺ کیسے منائیں



- (ALHANEEF.COM)
فقہ وفتاویٰ کی ویب سائٹ کا افتتاح



- **امام احمد رضا اور اکابر امت کا دفاع**
رسالہ ''رادع التعسف'' کے آئینے میں

- حضور اقدس ﷺ کی تاریخ ولادت اور تاریخ وفات

- آل رسول کون حضرات ہیں؟

- مروجہ نعت خوانی اور ذکر الٰہی کا بطور موسیقی استعمال

فہرست مضامین

☆☆☆

ادار یہ

فقہ وفتاویٰ کی ویب سائٹ کا آغاز

WWW.ALHANEEF.COM

تحریر: فیضان المصطفیٰ قادری

دور حاضر میں ہر طرح کی معلومات کے حصول کے لیے نیٹ کا استعمال عام سے عام تر ہوتا جا رہا ہے، بلکہ جن لوگوں نے حضرت گوگل کی عادت ڈال لی ہے وہ اس کے بغیر آسودہ ہی نہیں ہوتے، کیوں کہ انٹرنیٹ دنیا کے کسی گوشے میں لگے ہوئے کمپیوٹر کو آن کی آن میں اُس مرکزی سرور (Server) سے جوڑ دیتا ہے جو معلومات کا بحر بیکراں ہے، جس کے اوصاف لامحدود، اور وسعتیں ناقابل بیان ہیں، حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح یہ غیر مرئی خزانۂ معلومات' اقوام عالم سے اپنے وجود کا لوہا منوا رہا ہے۔ انٹرنیٹ کے عجائب کچھ ایسے ہیں کہ اس کے معرض وجود میں آنے سے پہلے کوئی ہرگز تصور نہیں کر سکتا تھا کہ اس کی دنیا اس قدر ہمہ گیر اور متنوع ہوگی کہ اپنے عہد کے تمام کاروبار زندگی کو اپنی آغوش میں لے لے گی۔ اب کوئی چیز باقی نہ رہی جو اس سے بے نیاز ہو کر اس دور میں پنپ سکے۔ اس لیے ضرورت ہے کہ ایک مسلمان جو خالق کائنات کے ہر شاہکار قدرت کو اسی کی نشانی مانتا ہے یہ بھی غور کرے کہ دور حاضر کی اس ٹکنالوجی کو کیسے دین کا خادم بنا دیا جائے۔

ذاتی طور پر ہمیں یہ خیال آتا رہتا ہے کہ اپنی جماعت کے ہر عالم دین کو اپنی ویب سائٹ نہ سہی کم از کم ایک بلاگ یا فیس بک اکاؤنٹ تو رکھنا چاہیے جس پر اپنی علمی نگارشات اپلوڈ کرتے جائیں، تاکہ ان کے وابستگان ان کے علمی ذخیرے سے فیض یاب ہو سکیں۔ اس سے دو فائدے یقینی ہیں: (۱) علمی نگارشات نیٹ پر محفوظ رہیں گی اور جب چاہے اسے کاپی کرنا، پرنٹ نکالنا، مطالعہ کرنا، معلومات تازہ کرنا آسان ہو جائے گا۔ (۲) کتابوں سے استفادہ کے لیے لائبریری تک پہنچنا ضروری ہوتا ہے، لیکن اگر نیٹ پر اپنا علمی ذخیرہ رکھا جائے تو سفر یا حضر میں جہاں کہیں بھی ہوں کہیں بھی استعمال کر سکتے ہیں

جو حضرات نیٹ سے وابستہ ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ انٹرنیٹ پر اسلامی مواد بہت وافر مقدار میں ہر زبان میں موجود ہے، جدید وقدیم کتب اور لٹریچر کا وافر ذخیرہ لوگوں نے ڈال رکھا ہے، نیز ہر جماعت اور تنظیم نے اپنے نظریات وافکار کی ترویج واشاعت کے لیے چھوٹی بڑی سائٹس بنا رکھی ہیں، جن سے اپنے اپنے منشور کے مطابق لوگوں کی اصلاح وارشاد کا کام کر رہے ہیں یا گمراہ اور گنہگار کر رہے ہوتے ہیں۔ لوگوں کو انٹرنیٹ کے استعمال سے روک دینا اب قابو سے باہر ہو چکا ہے، اس لیے یہ وقت اس سیلاب پر بند باندھنے کا نہیں بلکہ اسے صحیح رخ پر لگانے کا ہے۔ اسی لیے مختلف جماعتوں نے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق ویب سائٹس تیار کر کے لوگوں کو معلومات حاصل کرنے کے مواقع فراہم کیے ہیں، اہل سنت وجماعت کی مختلف تنظیموں نے بھی بہت سی ایسی سائٹس بنائی ہیں جو اچھا کام کر رہی ہیں، لیکن ابھی دوسرے لوگوں سے بہت پیچھے ہیں۔

شرعی مسائل کا علم پوری دنیا کے مسلمانوں کی بنیادی ضرورت ہے، اس پر بھی کچھ ویب سائٹس ہیں، مگر افسوس ہے کہ یا تو وہ اہل بدعت وضلال کی ہیں یا بہت محدود معلومات پر مبنی ہیں، اور خالص فتاویٰ کی ویب سائٹ تو ہمیں ایک بھی معلوم نہیں جو اہل سنت وجماعت اور فقہ حنفی کی

نمائندگی کرتی ہو۔اس لیے ہمیں ضرورت محسوس ہوئی کہ اس سلسلے میں اقدام کیا جائے۔

عموماً اسلامیات پر مشتمل جو ویب سائٹ تیار کی جاتی ہے اس پر اردو زبان کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ ہندو پاک کے علاوہ دنیا کے سارے مسلمان اس سے استفادہ سے محروم ہو جاتے ہیں، حالانکہ انگریزی زبان سے واقفیت عام ہو چکی ہے اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ انگریزی زبان میں محض فتاویٰ کی ایک مستقل ویب سائٹ تیار کی جائے۔اس کی ضرورت یوں بھی محسوس ہوئی کہ اس دور میں مسلمانوں کا ایک بہت بڑا طبقہ وہ ہے جو علمائے کرام اور دینی ماحول سے دور ہے، اس دوری کی کئی وجہیں ہوسکتی ہیں جن میں دو وجہیں بہت واضح ہیں: (۱) علم دین اور علمائے دین سے دور ونفور رہنے کا مزاج۔ (۲) پیشہ ورانہ مصروفیات۔ اول الذکر طبقہ تو ہماری طرف سے دعاؤں کا مستحق ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت دے، لیکن ثانی الذکر طبقہ بجا طور پر ہماری توجہات کا مستحق ہے، وہ اگر چہ ہم سے بے نیاز ہیں لیکن خادمانِ دین اُن لوگوں کو نظر انداز کر دیں یہ مناسب نہیں۔

فتاویٰ کی یہ ویب سائٹ (WWW.ALHANEEF.COM) ایسے ہی لوگوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے تیار کی گئی ہے، جو دو دو سالہ محنت کا نتیجہ ہے، جس کے لیے مختلف ارباب فقہ وفتاویٰ سے تبادلۂ خیالات کیا گیا ہے، اور ابھی بھی ہم اہل علم کے مفید مشوروں کا استقبال کریں گے۔اس کا بنیادی مقصد دنیا بھر کے مسلمانوں کو خصوصاً جو لوگ کسی وجہ سے علما سے قریب نہیں درست مسائل معلوم کرنے کا ذریعہ فراہم کرانا ہے، خصوصاً ایسے زمانہ میں جب کہ وہابی اور قادیانی علم دین کے نام پر اپنے افکار ونظریات پر مشتمل لٹریچر پوری قوت کے ساتھ عام کر رہے ہیں، اور سادہ لوح عوام، عصری درسگاہوں کے طلبہ اور دانشور طبقے کو اپنا شکار بناتے ہیں۔جدید ذرائع ابلاغ اور نیٹ میڈیا سے جن کا سابقہ ہے وہ اس عظیم خزانے میں اپنے لٹریچر کی کمی کو خوب محسوس کر سکتے ہیں، یہ بھی اچھی طرح محسوس کیا جا سکتا ہے کہ ترقی یافتہ ملکوں میں بسنے والے مسلمانوں کو جب اپنے دینی مسائل حل کرنے ہوتے ہیں تو وہ سیدھے نیٹ کی خدمات حاصل کرتے ہیں، نیٹ کے سرچ انجن انھیں ایک لمحہ میں بلا امتیاز مذہب وملت سیکڑوں ویب سائٹس تک پہنچا دیتے ہیں، جہاں ان کو من پسند مواد بآسانی ان کی اپنی زبان میں مل جاتے ہیں، جن پر وہ قناعت کرتے ہیں، پھر انھیں کسی مفتی اور عالم دین کے پاس جانے کی زحمت نہیں کرنی ہوتی۔اس لیے اس ویب سائٹ کی اور زیادہ ضرورت محسوس ہوئی تاکہ ہم ایسے لوگوں کو ان کی شرعی ضرورتوں کے لیے صحیح پلیٹ فارم مہیا کر دیں۔

نیز آسٹریلیا، افریقہ، یورپ وامریکہ کے دور دراز خطوں میں دینی خدمات انجام دینے والے ائمہ مساجد اور علما کو ایسے حالات پیش آتے ہیں کہ انھیں مستند کتابوں کی عدم دستیابی کے سبب کسی مسئلے میں اہل سنت کا موقف یا مفتی بہ قول معلوم نہیں ہوتا، چنانچہ ان کے پاس معلومات کے جو ذرائع ہوتے ہیں ان سے رجوع کر کے لوگوں کو بتا دیتے ہیں جس سے غلط اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ہماری کوشش ہے کہ ایسے حضرات سے رابطہ کریں اور ان کے لیے حسب ضرورت مواد فراہم کریں، تاکہ دنیا کے کسی خطے میں رہتے ائمہ مساجد کی زبان پر ایک ہی موقف آئے اور کہیں پشیمانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

ہم نے اس کے لیے بہت سے علمائے کرام سے تبادلۂ خیالات کیا، لیکن اکثر علمائے کرم افسوس کی حد تک کمپیوٹر اور ویب سائٹس کی ٹکنالوجی سے دور ہیں اس لیے زیادہ تر کام اپنی صواب دید کے مطابق کرنا پڑا، معتمد مفتیان کرام کے ایسے فتاوی حاصل کرنے کی کوشش بھی کی جو انگلش زبان میں ہوں، لیکن خاطر خواہ جواب نہ ملنے کے سبب اس سلسلے میں ترجمہ نگاری کی راہ اختیار کی گئی، اب پیہم کوششوں سے انگلش کے ماہرین چند ایسے تلامذہ کی ٹیم تیار کر لی گئی ہے جو فقہی مسائل سے شغف رکھتے ہیں، لہٰذا آگے کا کام ان شاء اللہ تعالیٰ آسان ہوگا۔والحمد للہ علی ذلک۔

اس ویب سائٹ کے تمام مشمولات فقہ وفتاویٰ سے متعلق ہیں، اور جس طرح مصنفِ بہار شریعت نے اپنی کتاب کو فقہ اکبر یعنی عقیدے سے شروع کیا ہے اسی طرح اس ویب سائٹ پر بھی پہلا موضوع عقیدہ ہی رکھ دیا ہے، اور اس میں بہار شریعت اول کا من وعن انگلش ترجمہ دے

دیا گیا ہے۔ پھر موضوعات (Topics) کے کالم میں طہارت سے لے کر وصایا اور وراثت تک سارے ابواب کا تعارف دیا گیا ہے، اس کالم کے سبب یہ ویب سائٹ فقہ حنفی کے طلبا کے لیے بہت مفید ہوگئی ہے کہ اس میں فقہ کے تمام ابواب کے تحت اتنی معلومات دے دی گئی ہیں کہ ایک مبتدی کو ضروری حد تک بصیرت حاصل ہو جائے اور وہ اس میدان میں اپنا علمی سفر شروع کر سکے۔ ہاں دور حاضر کے تقاضوں کے اعتبار سے فقہی ابواب کے ٹائٹل میں قدرے ترمیم کی گئی ہے، مثلاً ''کتاب الحظر والاباحۃ'' کو ''حلال وحرام'' کا نام دیا گیا ہے۔

فتویٰ کے کالم میں فتاویٰ رضویہ فتاویٰ امجدیہ فتاویٰ فیض الرسول وغیرہ متداول کتب فتاویٰ سے ترجمہ کر کے منتخب فتاویٰ شامل کیے گئے ہیں، جن سے امید قوی ہے کہ عوام کے ستر فیصد مسائل کا حل اسی مقام پر مل جائے گا۔ یہ مختصر فتاویٰ ہیں، مفصل فتاویٰ یا فقہی مقالات کو مقالات (Articles) کے کالم میں رکھا گیا ہے، جن میں مسائل حج وزیارت پر مشتمل اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا رسالہ انوار البشارۃ کا انگریزی ترجمہ، امریکہ میں ہونے والے فقہی سیمینار کے نتائج، محدث کبیر کے مشینی ذبیحہ سے متعلق تحقیقی مقالے کا ترجمہ، اور راقم الحروف کا مقالہ ۲۷؍رجب کے روزے کے تعلق سے موجود ہے۔ اور دوسرے چند اہم تحقیقی مقالات موجود ہیں۔

اس میں سوال وجواب کا کالم بھی رکھا گیا ہے، جس پر کوئی بھی اپنا سوال لکھ کر پوچھ سکتا ہے، لوگوں کے سوالات اگر ذاتی نوعیت کے نہ ہوں تو ان کے جوابات ویب سائٹ پر ہی شائع کر دیے جائیں گے، تاکہ دوسرے حضرات بھی استفادہ کر سکیں، اور اگر سائل چاہے کہ اس کے سوال کا جواب اس کے پرسنل ای میل پر بھیجا جائے اور وہ سوال میں اس کی وضاحت کر دے تو اس کا جواب ویب سائٹ پر شائع نہ کیا جائے گا۔ سوالات کے کالم کے لیے معتمد مفتیان کرام کی ٹیم بنائی گئی ہے جو لوگوں کے سوالات کے جوابات دے سکیں گے۔

اس ویب سائٹ کی ایک خصوصی بات یہ ہے کہ اس پر ۱۶؍فقہائے امت کے تذکرے دیے گئے ہیں، جن میں ائمہ اربعہ، ائمہ مذہب کے ساتھ ساتھ ان فقہائے کرام کے تذکرے بھی ہیں جن کے فتاویٰ اس ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ اس ویب سائٹ کی ایک اور خاص بات یہ ہے کہ اس میں عالمی سطح پر مفتیان کرام اور علمائے کرام کی لسٹ اور رابطے کی تفصیل دی جائے گی تاکہ مختلف ممالک کے لوگ اپنے علاقے کے مستند علما تک رسائی کرنا چاہیں تو انھیں ہماری ویب سائٹ سے ان کی تفصیل مل جائے اور صحیح عالم دین تک پہنچ سکیں۔

ان تمام خصوصیات کو ہم ذیل میں یوں سمجھ سکتے ہیں:

(۱) پوری ویب سائٹ بین الاقوامی زبان انگلش میں ہے، تاکہ پوری دنیا کے مسلمان، خصوصاً عصری اداروں کے طلبہ ودانشوران شرعی مسائل کے لیے اس کی طرف رجوع کریں۔

(۲) طہارت سے لے کر وراثت تک تمام ضروری ابواب فقہ کو محیط ہے۔

(۳) ضرورت کے فتاویٰ متداول کتب فتاویٰ سے ترجمہ کر کے اپلوڈ کر دیے گئے ہیں اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔

(۴) تحقیقی فتاویٰ یا تفصیلی مقالات بھی دیے گئے ہیں۔

(۵) سوال پوچھنے کا کالم ہے جس پر کوئی بھی سوال انگریزی زبان میں پوچھ سکتا ہے، جتنی جلد ممکن ہو سکے گا جوابات دیے جائیں گے۔

(۶) متعدد فقہائے امت کے تذکرے دیے گئے ہیں۔

(۷) دنیا کے مختلف خطوں میں موجود علمائے اہل سنت کی لسٹ اور رابطہ کی تفصیل دی جائے گی۔

اس ویب سائٹ کا نام الحنیف (www.alhaneef.com) اس لیے رکھا گیا تاکہ نام مختصر اور آسان رہے جس سے واضح ہو کہ یہ فقہ حنفی کا ترجمان ہے۔ قارئین سے گزارش ہے کہ جب بھی موقع ملے اس ویب سائٹ کو ضرور دیکھیں اور مفید مشوروں سے نوازیں۔

☆☆☆

بارہویں قسط

مشکل احادیث اوران کا حل

از: مولانا کوثر امام قادری مہراج گنج

حرم کوحرم کس نے بنایا؟

﴿عن ابی شریح العدوی رضی اللّٰہ عنہ انہ قال ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حمد اللّٰہ واثنیٰ علیہ ثم قال ان مکۃ حرمھا اللّٰہ ولم یحرمھا الناس فلا یحل لامرءٍ یومن باللّٰہ والیوم الاخر ان یسفک بھا دما ولا یعضد بھا شجرۃ﴾ (صحیح مسلم باب تحریم مکۃ)

ترجمہ: حضرت ابوشریح عدوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (فتح مکہ کے دن) اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا کہ: مکہ مکرمہ کو اللہ نے حرم بنایا ہے، انسانوں نے حرم نہیں بنایا ہے، لہٰذا جو شخص اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہو، اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ مکہ میں خون بہائے یا یہاں کا درخت کاٹے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو حرم بنایا ہے، جبکہ دوسری حدیث اس کے خلاف نظر آتی ہے۔

﴿عن عبد اللّٰہ بن زید بن عاصم رضی اللّٰہ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: ان ابراھیم حرم مکۃ ودعا لاھلھا وانی حرمت المدینۃ کما حرم ابراھیم مکۃ وانی دعوت فی صاعھا ومدھا بمثلی ما دعا بہ ابراھیم لاھل مکۃ﴾ (صحیح مسلم باب فضل المدینۃ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا تھا اور مکہ والوں کے لیے دعا کی تھی اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا تھا اور میں مدینہ کی صاع اور مد میں (برکت کے لیے) حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دو چند دعا کرتا ہوں۔

اس حدیث سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حرم بنایا ہے، وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ کو حضرت ابراہیم علیہ کے زمانے میں حرم بنایا گیا، جبکہ ذیل کی روایت اس کے برخلاف ہے۔

﴿عن عبد اللّٰہ بن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال یوم الفتح ان ھذا البلد حرمہ اللّٰہ یوم خلق السموات والارض فھو حرام بحرمۃ اللّٰہ یوم القیامۃ– الحدیث﴾ (صحیح مسلم باب تحریم مکۃ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان وزمین کی پیدائش کے دن ہی اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو حرم بنادیا تھا اور یہ اس خدائی حرمت کی وجہ سے قیامت تک حرم رہے گا۔

حل اشکال

پہلی حدیث میں ہے مکہ مکرمہ کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا ہے، انسانوں نے حرم نہیں بنایا۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا ہے، اس طرح ان دونوں روایتوں میں تعارض ہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ حرم بنانے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت حقیقی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف نسبت مجازی ہے۔

دوسری حدیث سے یہ بھی پتہ چلا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں مکہ کو حرم بنایا گیا، جبکہ تیسری حدیث میں ہے آسمان و زمین کے بنانے کے دن ہی اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو حرم بنا دیا تھا، اس طرح ان دونوں میں تعارض ہوگیا۔ علامہ نووی اس کے جواب میں رقم طراز ہیں۔ ''ابتدائے آفرینش سے مکہ مکرمہ کو حرم بنایا گیا، جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے، لیکن لوگوں پر اس کی تحریم مخفی رکھی گئی اور لوگ اس کے ساتھ حلال کا معاملہ کرتے رہے، تا آنکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت کے بعد اس کی تحریم ظاہر کی گئی، اور بعض علما نے اس باب کی حدیث میں تاویل کی ہے اور کہا ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ لوحِ محفوظ میں مکہ کی تحریم ابتدائے آفرینش سے تھی، لیکن تحریم کا حکم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت کے بعد جاری کیا گیا''۔ (شرح صحیح مسلم ج:۱، ص:۴۳۷)

آلِ رسول کون حضرات ہیں؟

﴿عن کعب بن عجرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال خرج علینا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقلنا قد عرفنا کیف نسلم علیک فکیف نصلی علیک قال قولوا: اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آلِ محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم انک حمید مجید اللھم بارک علیٰ محمد وعلیٰ اٰل محمد کما بارکت علیٰ ابراھیم انک حمید مجید﴾ (صحیح مسلم باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے، ہم نے عرض کیا: ہمیں معلوم ہوگیا کہ نماز میں آپ پر سلام کس طرح پڑھیں، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلاۃ کس طرح پڑھیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، یوں کہو: ''**اللھم علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم انک حمید مجید—اللھم بارک علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما بارکت علیٰ ابراھیم انک حمید مجید**''.

دوسری روایت میں کچھ الفاظ بدلے ہوئے ہیں۔

﴿عن ابی حمید الساعدی رضی اللّٰہ عنہ انھم قالوا یارسول اللّٰہ! کیف نصلی علیک؟ قال قولوا: اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ ازواجہ وذریاتہٖ کما صلیت علیٰ آل ابراھیم وبارک علیٰ محمد وعلیٰ ازواجہٖ وذریاتہ کما بارکت علیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید﴾ (صحیح مسلم باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ پر صلاۃ کس طرح پڑھیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یوں پڑھو۔'' **اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ ازواجہ وذریاتہ کما صلیت علی آل ابراھیم و بارک علیٰ محمد وعلیٰ ازواجہ وذریاتہ کما بارکت علیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید**''.

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ''آل'' کا لفظ آیا اور حضرت ابوحمید ساعدی کی روایت میں آل کی جگہ ازواج و ذریات کے الفاظ آئے ہیں۔ اس سے پتہ چلا کہ آل، اولاد، ازواج و ذریات کے معنیٰ میں ہے۔ اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ آل رسول سے مراد آپ کی اولاد کرام، ذریات طیبہ اور ازواج مطہرات ہیں۔

﴿عن انس بن مالک رضی اللّٰہ عنہ سئل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم—من آل محمد؟ قال کل تقیٍ﴾ (مجمع الزوائد، ج:۱۰، ص:۲۲۹)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون لوگ ہیں؟ فرمایا: پرہیزگار مومن آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

معلوم ہوا کہ آل رسول سے تمام متقی مومن مراد ہے، جبکہ تیسری روایت میں یہ ہے۔

﴿عن عبد المطلب بن ربيعة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الصدقة لا تنبغي لآل محمد انما هي اوساخ الناس﴾ (مسلم باب تحریم الزکوٰۃ علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔حضرت رسول عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آل رسول کو صدقہ کا مال استعمال نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ یہ لوگوں کا میل ہوتا ہے۔

اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فقہائے کرام نے فرمایا کہ بنو ہاشم کے لیے زکوٰۃ کا مال جائز نہیں اور بنو ہاشم میں آل علی، آل عباس، آل جعفر، آل عقیل اور آل حارث بن عبدالمطلب شامل ہیں۔اس سے نتیجہ نکلا کہ حدیث میں مذکور آل رسول سے مراد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رشتہ دار ہیں۔البتہ اس سے آل ابی لہب مستثنیٰ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کی قرابت کو منقطع فرما دیا ہے۔

حل اشکال

ایک روایت سے معلوم ہوا کہ آل رسول سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کرام، ازواج مطہرات و ذریات طیبہ ہیں۔ دوسری روایت سے پتہ چلا کہ آل رسول سے مراد تمام متقی و پرہیز گار مومن بندے ہیں۔تیسری روایت سے معلوم ہوا کہ آل رسول سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار ہیں۔ان معانی میں ارتفاع تناقض اور موافقت اس طرح ہے کہ آل رسول کے مفہوم و مراد میں کہیں نسبی حیثیت (قرابت) کا لحاظ کیا گیا اور کہیں سببی حیثیت (ایمان) کا اعتبار کیا گیا ہے، جیسا کہ امام عینی نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرمایا۔

''آل الرجل اهله واختلف في آله صلى الله عليه وسلم فقيل اهله الادنون و عشيرته الاقربون وقيل الحسن والحسين وقيل اله قل مومن تقى الى يوم القيامة وافشار الشافعي انهم بنو هاشم و بنو عبد المطلب—ان آل الرسول من جهة النسب اولاد على و عباس و جعفر و عقيل ومن جهة السبب كل مومن تقى الى يوم القيامة''. (شرح سنن ابوداؤد، ج:۴، ص:۲۵۹)

ترجمہ: آدمی کی آل اس کے گھر والے ہوتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آل کے بارے میں اختلاف ہے۔بعض نے کہا کہ آپ کے نسبی قرابتدار اور قریبی اہل خاندان مراد ہیں اور بعض نے کہا کہ حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما مراد ہیں اور بعض نے کہا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آل ہر مومن متقی ہے قیامت تک۔امام شافعی کا مسلک مختار یہ ہے کہ وہ بنو ہاشم اور بنو مطلب ہیں۔بے شک آل رسول نسب کے اعتبار سے حضرت علی و عباس و جعفر و عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اولاد کرام ہیں اور سبب (ایمان) کے اعتبار سے قیامت تک کا ہر مومن متقی ہے۔

کفار کو سلام کرنا

عن اسامة بن زيد رضي الله عنه قال ان رسول الله ﷺ مرَّ بمجلس فيه اخلاط من المسلمين و اليهود والمشركين من عبدة الأوثان فسلَّم عليهم. (شرح معانی الاثار باب ۳۱۳)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ ایک ایسی مجلس سے گزرے جس میں مسلمان، یہودی، مشرکین اور بت پرست ملے جلے تھے تو آپ نے ان کو سلام کیا۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ کفار و مشرکین کو ابتداءً سلام کرنا جائز ہے۔جب کہ اس کے خلاف حسب ذیل روایت ہے:

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ لاتبتدأهم بالسلام يعني اليهود والنصارىٰ.

(ترجمہ معانی الاثار باب ۳۱۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور اکرم ﷺ

نے ارشاد فرمایا: ''انہیں سلام کرنے میں ابتدا نہ کرو یعنی یہودیوں اور عیسائیوں کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو۔''

حل اشکال

مذکورہ دوسری قسم کی روایتوں میں بظاہر تعارض معلوم ہو رہا ہے پہلی والی روایت سے معلوم ہوا کہ غیر مسلم کو سلام کرنا جائز ہے اور دوسری روایت سے اس کی ممانعت مستفاد ہوتی ہے۔

اس کا حل یہ ہے کہ ترجیح ممانعت والی روایت کو ہے اور پہلی والی روایتِ جواز کا مطلب یہ ہے کہ مجلس والوں کو سلام کیا تو وہ سلام سب کے لیے نہیں تھا، بلکہ آپ نے صرف مسلمانوں پر سلام کا قصد فرمایا، تو اس صورت میں کوئی تعارض نہیں ہوگا، اور دونوں روایتیں باہم متفق ہو جائیں گی، یعنی موافقت پیدا ہو جائے گی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اس نسخ کا قاعدہ جاری کرتے ہوئے کہا جائے کہ پہلے ان سے اچھے انداز میں گفتگو کی اجازت تھی، اس لیے آپ نے کفار پر سلام پیش کیا، اور جب کفار کے بارے میں جنگ و جہاد، قطع تعلق کا حکم نازل ہو گیا تو اب انہیں ابتداءً سلام کرنا ممنوع ہو گیا۔

چنانچہ امام طحاوی نے اس پر تفصیلی گفتگو فرمائی ہے، وہ رقم طراز ہیں

''ہم نے اس سلسلے میں غور کیا تو ہمیں یہ روایت ملی کہ جو حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ دراز گوش پر سوار ہوئے، اس پر مخملی چادر کے اوپر کاٹھی اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے بٹھایا۔ آپ بنو حارث بن خزرج قبیلہ میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کرنے جا رہے تھے اور یہ غزوہ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے۔ آپ چلے یہاں تک کہ ایک مجلس سے گزرے جس میں عبداللہ بن ابی بن سلول (منافق) بھی تھا اور ابھی تک اس نے اسلام کا دعویٰ نہیں کیا تھا، آپ نے دیکھا مجلس میں مسلمان، مشرکین، بت پرست اور یہودی بھی تھے۔ مجلس میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب خچر کی غبار نے مجلس کو ڈھانپ لیا تو عبداللہ ابن ابی نے اپنی چادر ناک پر رکھ لی اور کہنے لگا ہم پر غبار نہ ڈالو۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں سلام کیا پھر ٹھہرے۔ پھر اُترے اور انہیں اللہ کی طرف بلایا، انہیں قرآن کی آیات سنائیں۔ عبداللہ بن ابی سلول کہنے لگا، اے شخص! جو کچھ تم کہتے ہو وہ حق ہے تو اچھا ہے لیکن ہمیں ہماری مجلس میں نہ سناؤ اور نہ اذیت دو، اپنی منزل کی طرف لوٹ جاؤ، جو آدمی تمہارے پاس آئے اسے سناؤ۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ہماری مجلس میں تشریف رکھیں، ہم آپ سے محبت کرتے ہیں۔ پھر مسلمانوں، مشرکین اور یہود ایک دوسرے کے خلاف بولنے لگے، حتیٰ کہ وہ لڑنے کے قریب پہنچ گئے۔ رسول اللہ ﷺ انہیں مسلسل خاموش کراتے رہے حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گئے۔ پھر آپ سواری پر سوار ہوئے، اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: ''اے سعد! تم نے سنا ابوحباب یعنی عبداللہ بن ابی بن سلول نے کیا کہا، اس نے فلاں فلاں بات کہی ہے۔'' حضرت سعد نے عرض کیا: یارسول اللہ! معاف کر دیجیے اور درگزر فرمائیں، اس ذات کی قسم جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی اور بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس حق بھیجا ہے جو آپ پر اُتارا ہے، بے شک اس کے لوگوں نے یہ بات طے کر لی تھی کہ وہ اسے (عبداللہ بن ابی کو) تاج اور پگڑی پہنائیں گے، پھر جب اللہ تعالیٰ نے اسے روک دیا اس حق کے ذریعہ جو آپ کو عطا فرمایا تو اس کی وجہ سے وہ تنگ دل ہو گیا اسی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔ تو رسولِ اکرم ﷺ نے اسے معاف کر دیا۔

نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام، مشرکین اور اہل کتاب کو معاف کر دیا کرتے تھے، اذیتوں پر صبر کرتے تھے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا أَذًى كَثِيرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذَالِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُور. (آل عمران ۱۸۶)

(بقیہ صفحہ ۲۳ پر)

شرعی مسائل

مفتی محمد عالمگیر رضوی مصباحی امجدی دارالعلوم اسحاقیہ جودھپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں

(۱) بارہویں شریف کے موقع پر چراغاں وغیرہ کرنا کیسا ہے؟

(۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت اور تاریخ وفات کے تعلق سے قول راجح کیا ہے؟

(۳) جلوس محمدی نکالنا کیسا ہے؟ اور اس میں ڈی جے وغیرہ اس کا حکم شرعی کیا ہے؟

(۴) کیا اس زمانے میں قیام - میلاد و فاتحہ وغیرہ کرنا سنی ہونے کی علامت ہے؟

(۵) کچھ لوگ اس زمانہ میں قیام - میلاد کرانے کو ضروری سمجھتے ہیں اور نہ کرنے والوں پر لعن طعن کرتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ سنی ہونے کے لیے یہ سب (قیام - میلاد و فاتحہ) ضروری ہے ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

☆☆☆

الجواب بعون الملهم بالحق والصواب:

بسم اللہِ الرحمٰن الرحیم

(۱) بارہویں شریف کے موقع پر چراغاں وغیرہ کرنا جائز ہے کہ اس میں تعظیم رسول و تعظیم ذکر رسول ہے، اور جس شئی سے تعظیم رسول وذکر رسول مقصود ہو ہرگز ممنوع نہیں ہوسکتی، جیسا کہ من وعن اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں امام اہل سنت مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں: جس شئے سے تعظیم ذکر شریف مقصود ہو ہرگز ممنوع نہیں ہوسکتی۔ امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی نے احیاء العلوم شریف میں سید ابوعلی رود باری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے: ایک بندہ صالح نے مجلس ذکر شریف ترتیب دی اور اس میں ایک ہزار شمع روشن کیں، ایک شخص ظاہر بیں پہنچے اور یہ کیفیت دیکھ کر واپس جانے لگے، بانی مجلس نے ہاتھ پکڑا اور اندر لے جا کر فرمایا کہ جو شمع میں نے غیر خدا کے لیے روشن کی ہو وہ بجھا دیجیے، کوشش کی جاتی تھی اور کوئی شمع ٹھنڈی نہ ہوتی۔ (احیاء العلوم الجزالثانی کتاب اداب الاکل صفحہ ۲۶ بحوالہ ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ اول ص ۱۷۴)

اور مسجد نبوی شریف میں اولاً کھجور کی لکڑیاں وغیرہ جلا کر روشنی کی جاتی تھی، پھر تمیم داری کچھ قندیلیں اور رسیاں اور تیل لائے اور ان کو مسجد نبوی شریف کے ستونوں میں لٹکا کر جلایا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا، **نَوَّرْتَ مسجدَنا نوَّرَ اللّٰهُ علیک** ''تم نے ہماری مسجد کو روشن کر دیا اللہ تم کو نورانی رکھے'' (جاء الحق صفحہ ۳۱۳)۔

(۲) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت مشہور وراجح قول کے مطابق ۱۲ ربیع الاوّل شریف ہی ہے، یوں ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات شریف روز دوشنبہ بارہویں تاریخ ربیع الاوّل شریف کو ہوئی، جیسا کہ امام اہل سنت مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان لکھتے ہیں: اس میں اقوال بہت مختلف ہیں، دو آٹھ، دس، بارہ، سترہ،

اٹھارہ، بائیس، سات قول ہیں، مگر اشہر واکثر و ماخوذ ومعتبر بارہویں ہے۔ مکہ معظّمہ میں ہمیشہ اسی تاریخ مولد اقدس کی زیارت کرتے ہیں کمافی المواہب والمدارج ،اور خاص اس مکان جنت نشان میں اسی تاریخ مجلس میلا دمقدس ہوتی ہے۔علاّ مہ قسطلانی وفاضل زرقانی فرماتے ہیں:المشهور أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ولد يوم الاثنين ثاني عشر ربيع الاول وهو قول محمد بن اسحق امام المغازي وغيره. شرح مواہب میں امام ابن کثیر سے ہے: هو المشهور عند الجمهور. اسی میں ہے:هو الذي عليه العمل. شرح الہمزیہ میں ہے:هو المشهورو عليه العمل. اسی طرح مدارج وغیرہ میں تصریح کی۔(فتاویٰ رضویہ جلد بارہ صفحہ ۲۶)

نیز اسی فتاویٰ رضویہ شریف میں تاریخ وصال رسول کے حوالے سے یوں رقمطراز ہیں: قول مشہور ومعتمد جمہور دواز دہم ربیع الاوّل شریف ہے ابن سعد نے طبقات میں طریق عمر بن علی مرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم سے روایت کی:قال مات رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يوم الاثنين لاثنتي عشرة مضت من ربيع الاوّ ل. یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف روز دوشنبہ بارہویں تاریخ ربیع الاوّل شریف کو ہوئی۔شرح مواہب علامہ زرقانی آخر مقصد اول میں ہے. الذي عند ابن اسحٰق والجمهور انه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مات لاثنتي عشرة ليلة خلت من شهر ربيع الاول. اسی میں آغاز مقصد دہم میں ہے:قول الجمهور أنه توفي صلى الله تعالى عليه وسلم يوم الاثنين نصف النهار لاثنتي عشرة ليلة خلت من ربيع الاول سنة احدى عشرة من الهجرة ضحىٰ في مثل الوقت الذى دخل فيه المدينة. اسی میں امام ابوحاتم رازی وامام رزین عبدری وکتاب الوفا امام ابن جوزی سے ہے:مرض في صفر لعشر بقين منه و توفي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لاثنتي عشرة ليلة خلت من ربيع الاول يوم الاثنين. كامل ابن اثير الجزرى میں ہے:كان موته صلى الله تعالى عليه وسلم يوم الاثنين لاثنتي عشرة ليلة خلت من ربيع الاول. مجمع بحارالانوار میں ہے: وصل بالحق في نصف نهاره لاثني عشر من ربيع الاول و قيل لمستهلة و قيل لليلتين خلتا منه، الاول اكثر من الاخوين. اسعاف الراغبین فاضل محمد صبان میں ہے: توفي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في بيت عائشة يوم الاثنين قبيل الزوال لليلتين مضتا من ربيع الاول وقيل ليلة مضت وقيل الاثنتي عشرة ليلة مضت منه وعليه الجمهور . اور تحقیق یہ ہے کہ حقیقۃً بحسب رویت مکہ معظّمہ ربیع الاول شریف کی تیرھویں تھی مدینہ طیبہ میں رویت نہ ہوئی، لہٰذا ان کے حساب سے بارھویں ٹھہری، وہی رواۃ نے اپنے حساب کی بنا پر روایت کی اور مشہور ومقبول جمہور ہوئی، یہ حاصل تحقیق امام ماورزی و امام عماد الدین بن کثیر وامام بدرالدین بن جماعہ وغیرہ ہم اکابر محدثین ومحققین ہے۔غرض دلائل ساطعہ سے ثابت ہے کہ حق وصواب وہی قول جمہور بمعنی مذکور ہے یعنی واقع میں تیرھویں اور بوجہ مسطور تعبیر میں بارھویں ۔(فتاویٰ رضویہ شریف جلد ۱۲ص ۲۷ تا ۳۲)اور ایسا ہی فتاویٰ امجدیہ جلد ۴ص ۳۰۹ پر بھی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) جلوسِ محمدی نکالنا شرعاً جائز ودرست ہے، جیسا کہ حضور فقیہ ملّت علاّ مہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:’’ربیع الاوّل شریف کی بارہویں تاریخ کو جلوس نکالنا اور حضور سیّد عالم ﷺ کی ولادت کا جشن منانا جائز ہے اس لیے کہ ان باتوں سے حضور کی تعظیم ہوتی ہے جس کا حکم مسلمانوں کو سورۂ فتح میں اس طرح دیا گیا ہے: وتعزروہ

وتو قروہ۔یعنی رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔(پ:۲۶، ع:۹) اور تعظیم و توہین کا مدار عرف پر ہے یعنی کوئی قول ہو یا فعل اگر کسی کے عرف میں وہ تعظیم کے لیے مانا جاتا ہے تو وہ قول یا فعل اس کے یہاں تعظیم ہی قرار دیا جائے گا۔(فتاویٰ فیض الرسول، ج:۲،ص:۵۹۳) اور صحیح مسلم شریف میں ہے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضورِ اقدس ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے:**فصعد الرجال والنساء فوق البیوت و تفرق الغلمان والخدم في الطرق ینادون یا محمد یا رسول الله یا محمد یا رسول الله.** تو عورتیں اور مرد گھروں کی چھت پر چڑھ گئے اور بچے اور غلام گلی وکوچہ میں متفرق ہو گئے نعرے لگاتے یا محمد یارسول اللہ یا محمد یارسول اللہ۔(بحوالہ فتاویٰ اسحاقیہ، ج:۱،ص:۱۰۲) مذکورہ بالا آیت کریمہ اور حدیث نبوی سے روزِ روشن کی طرح عیاں و ثابت ہو گیا کہ جلوسِ محمدی نکالنا جائز ودرست ہے۔

مگر بہرصورت اس میں بھی ڈی جے باندھنا و بجانا ناجائز و گناہ ہے جیسا کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: **ومن الناس من یشتری لهو الحدیث الایة** ۔اور حدیث شریف میں وارد ہے: **امرني ربي بمحق المعازف.** میرے پروردگار نے مجھے باجوں کے مٹانے کا حکم دیا ہے۔دوسری حدیث پاک میں قیامت کی نشانیوں میں سے ہے،فرمایا:**لیکونن اقوام یستحلون الحر الحریر والخمر والمعازف** ۔ایسی قوم پیدا ہوگی جو آزادا ور ریشم اور شراب و باجوں کو حلال جانیں گی۔(حاشیۂ فتاویٰ امجدیہ ج:۲،ص:۱۲/۱۱) مذکورہ بالا آیت کریمہ اور احادیث نبویہ سے روزِ روشن کی طرح عیاں و واضح ہو گیا کہ ڈیجے بجانا ناجائز و گناہ ہے خواہ کہیں پہ بجایا جائے۔ بہرحال جلوسِ محمدی نکالنا جائز ودرست ہے مگر اس میں بھی ڈی جے بجانا ناجائز و گناہ ہے۔عوام اہل سنّت نہایت تزک و احتشام کے ساتھ جلوسِ محمدی نکالیں مگر بہرصورت ڈی جے بجانے سے اجتناب کریں ورنہ ڈی جے بجانے کے سبب گنہگار، مستحق عذابِ نار ہوں گے۔**ھذا ماعندی والعلم بالحق عند ربي عزّ وجلّ وعلمه اتم واحکم والله تعالیٰ اعلم.**

(۴) یقیناً اس زمانہ میں ذکر ولادتِ رسول کے وقت قیام کرنا، میلاد النبی علیہ التحیۃ والثنا منانا اور فاتحہ و نیاز دلانا وکرنا سنّی ہونے کی علامت ہے۔اعمالِ مذکورہ کے جواز واستحباب سے انکار علامت وہابیت ہے کیونکہ اعمالِ مذکورہ (قیام،میلاد، فاتحہ ونیاز) کے جواز واستحباب کا انکار صرف وہابیہ کا خاصہ ہے۔(جیسا کہ الدررالسنیہ فی الردعلی الوہابیہ فتاویٰ رضویہ شریف، ج:۱۱،ص:۵۱،۵۲،۶۸،۱۱۶، ۱۱۹، فتاویٰ رضویہ ج:۱۲،ص:۶۴،۲۶۳ اور فتاویٰ امجدیہ ج:۴،ص: ۹۷ پر صراحت موجود ہے) جبکہ اعمالِ مذکورہ کے جواز واستحسان و استحباب پر اجماعِ امت قائم ہے اور امت کا اجماع گمرہی پر نہیں ہوسکتا ہے جیسا کہ حدیث رسول علیہ التحیۃ والثنا:**لا تجتمع أمتي علی الضلالة.** اس پر ناطق وشاہد ہے۔**ھذا ما عندي والعلم بالحق عند ربي عزوجل وعلمه أتم وأحکم والله تعالیٰ اعلم.**

(۵) میرے علم کے مطابق کوئی بھی سنّی (سنّی ہونے کے لیے) اعمالِ مذکورہ وامورِ مذکورہ ومعمولاتِ اہل سنّت (قیام،میلاد، فاتحہ و نیاز وغیرہ) کو واجب و لازم وضروری نہیں سمجھتا ہے، البتہ ہر ایک سنّی صحیح العقیدہ شخص امورِ مذکورہ کے بجالانے کو صرف جائز و مستحسن ومستحب، باعث خیر وبرکت بلکہ موجب اجر وثواب سمجھتا ہے اوربس:**کما لایخفی علی من له أدنی مساس بالفقه ھذا ماعندي والعلم بالحق عند ربي عزوجل وعلمه أتم وأحکم والله تعالیٰ اعلم.**

کتبہ محمد عالمگیر رضوی مصباحی امجدی عفی عنہ

خادم تدریس وافتاء دارالعلوم اسحاقیہ جودھپور راجستھان

۱۵ محرم الحرام ۱۴۳۹ھ

☆☆☆

عقائد و اعمال　　**قسط سوم**

محفل میلاد مبارک و جلوس عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بعض اعتقادی اور عملی کمزوریوں کی اصلاح کی ایک عاجزانہ کوشش

از : مفتی منیب الرحمن کراچی

امام الانبیا والمرسلین، رحمۃ للعالمین حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت اور بعثت مبارکہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے اور سورہ آل عمران میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بطورِ امتنان واحسان اس نعمتِ عظمیٰ کا ذکر فرمایا اور سورہ یونس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل ورحمت پر اہل ایمان کو فرحت وانبساط کا حکم فرمایا اور سورہ والضحیٰ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کو بار بار بیان کرنے کا حکم فرمایا اور ان احکام کا بہترین مصداق سیدالانام سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی ہے۔ اس کے علاوہ قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل بیان ہوئے اور خود آپ نے بھی اپنے فضائل بیان فرمائے۔

لہٰذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل بیان کرنا اور آپ کی ولادتِ باسعادت کی خوشی منانا ہمارے ایمان کا تقاضا ہے اور آپ کی ذاتِ بابرکات سے اظہارِ محبت کا ایک مظہر ہے، اس لیے اہل سنت وجماعت میں میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجالس کا انعقاد تواتُر کے ساتھ ایک شِعار کے طور پر رائج رہا ہے اور الحمد للہ علیٰ اِحسانہٖ آج بھی یہ مبارک ومسعود سلسلہ جاری وساری ہے، اور ان شاء اللہ تعالیٰ تا قیامت جاری وساری رہے گا۔

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائشِ مولا کی دھوم
مثلِ فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے

گزشتہ سال میں نے ''محافل میلاد میں منکرات وبدعات کا ارتکاب'' کے عنوان سے فتویٰ لکھا، جو مختلف اخبارات میں بھی شائع ہوا، اور سوشل میڈیا پر بھی اُسے بے حد پذیرائی ملی، اس میں راقم (مفتی منیب الرحمٰن) نے میلاد شریف کے جلسے جلوس کا شرعی جواز بیان کیا۔ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے جلوس کی دو حیثیتیں ہیں:

اپنی اصل کے اعتبار سے نہ یہ ضروریاتِ دین سے ہیں اور نہ ہی ضروریاتِ مسلکِ اہل سنت وجماعت سے ہیں۔ البتہ نہ صرف ہمارے دیار میں، بلکہ اکثر مسلم ممالک میں بھی یہ اہل سنت کا شِعار اور معمول ہیں اور فی نفسہٖ جائز اور مستحسن ہیں، لیکن ان کا جواز واستحسان اس امر کے ساتھ مشروط ہے کہ انہیں محرمات، بدعات اور منکرات سے پاک رکھا جائے۔

اپنے مقصد ومنشا یعنی محبت وتعظیم سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم کے اعتبار سے محافل میلاد اور میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلوس یقیناً ایمان کا تقاضا ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ﴾ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کرو۔ (سورہ فتح: آیت ۹) لہٰذا میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجالس اور میلاد سے مطلقاً روکنے کا حکم دینا تعظیم وتوقیر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روکنے کے مترادف ہے۔

میلاد کا جواز مسلک دیوبند کے بعض اکابر علما سے بھی ثابت ہے، اگرچہ اب اس دور میں سَلَفی ووہابی فکر سے مغلوب ہوکر یا بعض مفادات کے سبب وہ اسے شرک وبدعت قرار دینے لگے ہیں۔ حدیثِ پاک میں ہے:

﴿سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ،قَالَ: ذَاکَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيْهِ وَيَوْمٌ بُعِثْتُ فِيْهِ اَوْ اُنْزِلَ عَلَيَّ فِيْهِ﴾ (صحیح مسلم: حدیث نمبر 2739)

ترجمہ: (پیر کا نفلی روزہ رکھنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول تھا) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پیر کے روزہ کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا (میں پیر کا روزہ اس لیے رکھتا ہوں کہ) یہ میری پیدائش کا دن ہے اور اِسی دن میری نبوت کا اعلان ہوا، یا اسی دن مجھ پر نزولِ قرآن کا آغاز ہوا۔

اس حدیث کی شرح میں مشہور اہل حدیث عالم وحید الزماں کانپوری نے لکھا ہے: ''اس حدیث سے ایک جماعتِ علما نے آپ کی ولادت کی خوشی یعنی مجلسِ میلاد کرنے کا جواز ثابت کیا ہے اور حق یہ ہے کہ اگر اس مجلس میں آپ کی ولادت کے مقاصد اور دنیا کی رہنمائی کے لیے آپ کی ضرورت اور امورِ رسالت کی حقیقت کو بالکل صحیح طریقے پر اس لیے بیان کیا جائے کہ لوگوں میں اس حقیقت کا چرچا ہو ،اور سننے والے یہ ارادہ کر کے سنیں کہ ہم کو اپنی زندگیاں اُسوۂ رسول کے مطابق گزارنا ہیں اور ایسی مجالس میں کوئی بدعت نہ ہو، تو مبارک ہیں ایسی مجلسیں اور حق کے طالب ہیں ان میں حصہ لینے والے، بہر حال یہ ضرور ہے کہ یہ مجلسیں عہد صحابہ میں نہ تھیں''۔

(لُغات الحدیث ج۲ص ۱۱۹)

ہماری محبت کا تعلیمِ نبوی کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ مقدس محافل میں موضوع روایات پیش کرنے، مساجد کے اندر اور دروازوں پر تصاویر آویزاں کرنے، بعض مقامات پر نامحرم عورتوں کے ساتھ رقص کرنے، تالیاں بجانے، مذہبی معاملات کا جاہل واعظین اور بد عمل غیر متشرع پیروں کے ہاتھ میں ہونے کی قباحت وشناعت ہر باشعور شخص پر واضح ہے۔ بعض مقامات پر نعت خوانوں اور پیشہ ور مقررین کی ایجنٹوں کے ذریعے بکنگ، میلاد کے نام پر کاروبار، معروف گانوں کی طرز پر نعت خوانی، موسیقی کے آلات اور دُف ڈھول کا استعمال کرنے، مَنوں کے کیک کاٹ کر اہل ثروت کی ذاتی تشہیر کی خواہش کی تکمیل وغیرہ، ایسے امور ہیں جن کی روک تھام ضروری ہے، پھر راقم نے علمائے وقت سے درخواست کی ہے: تمام مصلحتوں سے بالاتر ہو کر حکمت واخلاص کے ساتھ ان منکرات کے خلاف آواز اٹھائی جائے۔

نوٹ: وعظ کی اجرت کے احکام آگے آرہے ہیں۔

ہمیں تسلیم ہے کہ اصلاحِ عقائد پر زور دینے کی اشد ضرورت ہے، لیکن یہ اس انداز میں نہیں ہونا چاہیے کہ اعمالِ صالحہ کی اہمیت کم کی جائے یا انہیں نظر انداز کر دیا جائے اور عوام یہ سمجھنے لگیں کہ جب محض صحتِ عقیدہ نجات کے لیے کافی ہے تو اعمالِ صالحہ کی کیا ضرورت ہے؟

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر اعمال کو ایمان کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ یقیناً اعمال کی قبولیت کے لیے ایمان شرط ہے اور جہنم کے دائمی عذاب سے نجات کے لیے محض ایمان کافی ہے۔ ایمان کے ساتھ تقویٰ و پرہیزگاری بھی ہو تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید واثق ہے کہ بلا عذاب جنت میں داخلہ نصیب ہوگا۔ بعض گنہگار مسلمان یقیناً جہنم میں داخل کیے جائیں گے۔ جہنم کا سب سے ہلکا عذاب یہ ہے کہ آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی جس کی گرمی سے اس کا دماغ کھولتا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھے اور اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعتِ عظمیٰ کے طفیل بلاحساب داخلِ جنت فرمائے: آمین

بلا شبہ نعرے ہمارا شعار ہیں، لیکن حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مبارک زندگیوں میں نعروں سے زیادہ عمل اور اصلاحِ کردار پر زور تھا۔ ہم نے اس پہلو کو مناسب اہمیت دینا ترک کر دیا ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مکی زندگی کا اکثر حصہ دعوت وارشاد، کفارِ مکہ کا ستم سہنے اور ہجرت پر منتج ہوا۔ طائف کا واقعہ اس کی واضح

مثال ہے۔

مدنی زندگی میں عباداتِ الٰہی کے علاوہ آپ کی حیاتِ مبارکہ کا مُعتَد بہ حصہ بدر، اُحُد ، خندق ،غزوہ حدیبیہ، فتح خیبر، فتح مکہ اور حنین وتبوک ودیگر غزوات میں گزرا۔ روایات کے مطابق جن غزوات میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شرکت فرمائی ،اُن کی تعداد پچیس یا ستائیس یا انتیس ہے، اگر چہ تمام غزوات میں جنگ کی نوعیت نہیں آئی۔ صحابہ کرام کے سرایا کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔

محافل میلاد اہل سنت و جماعت کے معمولات کا اہم حصہ ہیں ۔ یہ محافل روحانی بالیدگی اور علم کے حصول کا اہم ذریعہ ہیں ،لیکن کچھ عرصے سے بعض دنیاداروں نے اپنی ذات کی نمود ونمائش کی غرض سے محافل نعت کا انعقاد شروع کردیا ہے۔ اِن محافل میں عام طور پر پیشہ ور نعت خواں آتے ہیں جو عجیب وغریب وضع قطع اختیار کیے ہوئے ہوتے ہیں اور ان کی نعت خوانی کا مقصد بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کی بجائے دنیاوی منفعت کا حصول ہوتا ہے، جو اُن کی عشوہ طرازی اور پڑھنے کے انداز سے بخوبی عیاں ہوتا ہے۔ اس طرح کی محافل میں نعت گوئی اور نعت خوانی کے آداب بھی کما حقہ ملحوظ نہیں رکھے جاتے ۔ عام طور پر کسی مستند عالم سے تقریر نہیں کرائی جاتی ۔ اگر کہیں کسی عالمِ دین کو بلا بھی لیا جائے تو اس کی تقریر سب سے آخر میں یا سب سے پہلے رکھی جاتی ہے، جب عوام کی مُعتد بہ تعداد حاضر نہیں ہوتی ۔

ان محافل میں بعض نعت خوان اہل سنت و جماعت کے برعکس عقائد کے حامل ہوتے ہیں ۔بعض کی نعت خوانی اُن کے عقیدے کا حصہ نہیں ہوتی ، بلکہ محض معاش کا ذریعہ ہوتی ہے ۔ ایسی مثالیں بے شمار مل جائیں گی ۔بعض نعت خوانوں کے بارے میں معروف ہے کہ وہ رفض کی طرف رجحان رکھتے ہیں اور بعض کی بدکرداریاں بھی زبان زدعام ہیں۔

نعتِ پاک مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محافل کی تشہیر کے لیے جدید ذرائع اختیار کر کے خطیر رقم خرچ کی جارہی ہے، جو لوگوں سے دین اور حُبِ مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پر لی جاتی ہے۔ ہمارے نزدیک مناسب تشہیر پر اکتفا کیا جائے اور اس رقم کو حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق صدقاتِ جاریہ کی مدات پر خرچ کی جائے۔

مروجہ نعت خوانی کی اصلاح

حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعتِ پاک بیان کرنا سنتِ الٰہیہ ہے اور خود آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتِ مبارکہ بھی ہے۔ مجالسِ نعت کا انعقاد اور نثر و نظم میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف کو بیان کرنا ہمیشہ سے اہل سنت و جماعت کا شِعار رہا ہے اور یہ ہمارے لیے باعثِ سعادت ہے اور اس شِعار کو اس کی تقدیس اور آداب کے مطابق جاری وساری رہنا چاہیے۔

نعت یا کلام سننے کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیبِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت، نفس کی اصلاح ،اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت پر مبنی اطاعت واتباع کا حصول ہونا چاہیے ۔ ان مقاصدِ خیر کے لیے کلام کا خلافِ شرع امور سے پاک ہونا، محفل کا مرد وزن کے اختلاط سے پاک ہونا، دُف اور ڈھول کا نہ ہونا اور پیسے کے لالچ کے بغیر ہونا ضروری ہے۔ حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

’’جاہلوں نے کلام کے ظاہر کو اختیار کرلیا ہے اور اس کے باطن اور اصل مقصد کو چھوڑ کر خود بھی ہلاک ہوئے اور سامعین کو بھی ہلاک کردیا‘‘۔ (کشف المحجوب ص ۴۵۲)

نعت شریف کو جان بوجھ کر گانوں کی طرز پر پڑھنا سخت قبیح ہے۔ حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿اِقْرَؤُوا الْقُرْآنَ بِلُحُونِ الْعَرَبِ وَاَصْوَاتِهَا وَاِيَّاكُمْ وَلُحُونَ اَهْلِ الْعِشْقِ وَلُحُونَ اَهْلِ الْكِتَابَيْنِ وَسَيَجِيْءُ بَعْدِىْ قَوْمٌ يُرَجِّعُوْنَ بِالْقُرْآنِ تَرْجِيْعَ الْغِنَاءِ وَالنَّوْحِ لَايُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ،مَفْتُونَةٌ قُلُوبُهُمْ وَقُلُوبُ الَّذِينَ يُعْجِبُهُمْ شَأْنُهُمْ﴾ (شعب الایمان للبیہقی: حدیث نمبر ۲۶۴۹، مشکوٰۃ المصابیح حدیث نمبر ۲۲۰۷)

ترجمہ: قرآن کو اہل عرب کے لب ولہجہ اور انداز میں پڑھو، اور قرآن کو فساق اور یہود ونصاریٰ کی طرز پر ہرگز نہ پڑھو۔ میرے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو موسیقی اور نوحہ خوانی کی طرز پر قرآن کو پڑھیں گے۔ اُن کا یہ پڑھنا اُن کے حلق تک رہے گا (یعنی دل میں نہیں اترے گا)، اُن کے دل آزمائش میں ڈال دیے گئے، اور اُن لوگوں کے دل بھی جو اُن کے انداز کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔

دُف یا ڈھول کے ساتھ نعت پڑھنا جمہور کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ علامہ ملّا علی قاری ''اَلْفِقْهُ الْاَكْبَرِ لِلْاِمَامِ الْاَعْظَمِ اَبِىْ حَنِيْفَةَ نُعْمَانَ بْنِ ثَابِتٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

دُف اور ڈانڈیوں پر قرآن پڑھنا کفر ہے۔ میں کہتا ہوں: اور اسی طرح دُف اور ڈانڈیوں پر اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے اور نعت مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھنے کا حکم بھی اس کے قریب تر ہے، اور اسی طرح ذکرِ الٰہی پر تالیاں بجانا بھی ممنوع ہے۔ (الفقہ الاکبر ص 167)

ذکرِ الٰہی کو بگاڑ کر موسیقی کی جگہ استعمال کرنا

نعت خوان کا اپنے دائیں بائیں لڑکوں کی ٹیم بٹھا لینا جو اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی بگاڑ بگاڑ کر اس کی تکرار کرتے رہتے ہیں، سخت ناجائز ہے، اور اللہ تعالیٰ کا نام بگاڑنا حرام ہے۔ ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا نہیں ہوتا، بلکہ دراصل یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نام کے ذریعے ڈھول کی آواز پیدا کر رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح لاؤڈ اسپیکر یا ساؤنڈ سسٹم کی گونج (Echo) اس طریقے سے کھولنا کہ ڈھول جیسا رِدھم پیدا ہو جائے، ناجائز ہے اور ڈھول ہی کے مترادف ہے۔

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوس

میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جلوس تعظیم وتوقیر مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اظہار کا ایک طریقہ ہے۔ اس لیے ان جلوسوں میں نگاہیں نیچے کر کے زبان پر درود شریف یا نعت مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جاری رکھتے ہوئے باوضو اور باوقار انداز میں شرکت کرنی چاہیے کہ اگر کوئی غیر مسلم دیکھے تو کشش محسوس کرے، لیکن بعض جلوس اس قدر منفی اثرات کے حامل ہوتے ہیں کہ اغیار کا متأثر ہونا تو کجا، خود سنجیدہ مسلمان بھی پریشان ہو جاتے ہیں۔

مسجد نبوی اور کعبہ شریف کی شبیہ رکھ کر اُس کے اردگرد مرد وزن کا اختلاط، بازاروں میں ابتذال اور رزق کی بے حرمتی اس کی چند مثالیں ہیں۔ ان جلوسوں سے دینی فائدہ حاصل کرنے کے لیے مناسب حکمتِ عملی کی ضرورت ہے، تاکہ اہل سنت وجماعت کا صحیح تشخص واضح ہو۔ مستحب اور مستحسن دینی کاموں کو بدعات وخرافات سے پاک رکھنے کا اہتمام بھی ضروری ہے، تاکہ اِن خرابیوں کو گمراہ لوگ اہل سنت وجماعت کی طرف منسوب کر کے مسلکِ حق کو ہدفِ طعن نہ بنا سکیں۔ (جاری)

قارئین حضرات سے گزارش ہے کہ ممبر سازی کے ذریعہ ماہنامہ پیغام شریعت کو فروغ دینے کی کوشش کریں، اور ماہنامہ پیغام شریعت کے مشتملات پر کسی قسم کے سوالات ہوں تو ضرور آگاہ فرمائیں۔ نیز گاہے گاہے اپنے تاثرات اور تبصرے سے نوازتے رہیں، اس سے ہمیں اس کے مشتملات کو معیاری بنانے میں مدد ملے گی۔ نیز رسالہ کے فیس بک پر وزٹ کریں، ہر ماہ کا شمارہ فیس بک پر اپلوڈ کے لیے ڈال دیا جاتا ہے، لہٰذا اسے اپنے احباب اور دوستوں کو شیئر کریں۔ (ادارہ پیغام شریعت دہلی)

رضویات　**قسط دوم**

امام احمد رضا اور اکابر امت کا دفاع

رسالہ ''رادع التعسف'' کے حوالے سے

تحریر: مفتی فیضان المصطفیٰ قادری (امریکہ)

امام ابو یوسف اور امام احمد رضا

امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں فقہی مسائل میں کسی ایک امام کی مکمل اتباع نہیں کی، بلکہ اپنے اجتہاد کو جولانیت دی ہے، چنانچہ جس طرح انھوں نے حنفیہ سے اختلاف کا اظہار کیا ہے، یوں ہی شافعیہ اور دیگر ائمہ سے بھی جا بجا اختلاف کا اظہار کیا ہے، لیکن عام طور پر وہ صراحۃً کسی دوسرے موقف کا رد وابطال نہیں کرتے۔ مگر بعض مقامات پر جن کی تعداد تقریباً دو درجن کے قریب ہے ''قال بعض الناس'' کہہ کر دوسرے ائمہ کے موقف کا صراحۃً رد کیا ہے۔ اس میں زیادہ تر کتاب الحیل میں ہیں۔

جن مقامات پر ''قال بعض الناس'' کہہ کر امام بخاری نے رد وابطال کے لیے دوسرے کا قول پیش کیا ہے، اگر چہ انھوں نے نام کی صراحت نہیں کی ہے، لیکن اکثر شارحین ''بعض الناس'' سے امام بخاری کا اشارہ امام ابوحنیفہ یا دیگر ائمہ حنفیہ کو قرار دیتے ہیں، اس کے پیچھے دلائل کم اور قیاس آرائیں زیادہ ہیں، لیکن غیر مقلدینِ زمانہ نے ان تمام اقوال کو امام ابوحنیفہ اور حنفی ائمہ پر چسپاں کر دیا ہے، بلکہ بعض نے یہ جرأت کی ہے کہ ایک مقام کو بنیاد پر بنا کر امام ابو یوسف پر زبان طعن دراز کی ہے۔ ذیل میں ہم وہ قول پیش کرتے ہیں، پھر امام ابو یوسف پر طعن سے متعلق ایک سوال پھر امام ابو یوسف کے دفاع میں امام احمد رضا کے تفصیلی جواب کا خلاصہ۔

امام بخاری نے کتاب الحیل میں ایک حدیث پاک پیش کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ زکاۃ سے بچنے کے لیے جمع شدہ مال کو الگ نہ کیا جائے، (لایُفَرَّقُ بین مُجتَمَعٍ خشیةَ الصدقةِ) اس کے بعد امام بخاری لکھتے ہیں: لیکن کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ایک سو بیس اونٹوں میں دو عدد تین سالہ اونٹ دینے ہوں گے، اور اگر زکاۃ سے بچنے کے لیے انھیں جان بوجھ کر ہلاک کر دے یا ہبہ کر دے یا ان میں حیلہ کرے تو اس پر کچھ نہیں۔ (**وقال بعض الناس فی عشرین ومائة بعیر حقتان فان اهلكها متعمداً او وهبها او احتال فيها فرارا من الزكاة فلا شئ عليه**)(**صحيح البخاري المجلد الثاني كتاب الحيل صفحه ۱۰۲۹**)

کچھ لوگوں نے اس قول کو امام ابو یوسف کی طرف منسوب کیا ہے، جس کو بنیاد بنا کر بعض جری غیر مقلدین نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ امام ابو یوسف سال کے اختتام سے پہلے اپنا مال اپنی اہلیہ کو دیدیتے تھے اور ان کا مال خود کو ہبہ کرا لیتے تھے، تاکہ زکاۃ دونوں پر واجب نہ ہو۔ یہ ایک مجتہد امام المذہب کی شان میں گستاخی کے مترادف ہے، چنانچہ اسی سے متعلق ایک سوال امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی بارگاہ میں پیش ہوا تو اس کے جواب میں آپ نے امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کے دفاع میں ایک مکمل رسالہ تصنیف فرمایا، جس کا نام ہے ''رادع التعسف عن الامام ابی یوسف''، جو فتاویٰ رضویہ قدیم کی چوتھی جلد میں موجود ہے۔ یہ رسالہ کیا ہے؟ معلومات کا ایک خزانہ ہے جس کا مطالعہ ہر اس شخص کو کرنا چاہیے جو علمائے امت کی حرمتوں کی پاس داری اور دفاع کرنے کا مزاج رکھتا ہو، کیوں کہ

سیکھنے کے لیے اِس میں بہت کچھ ہے۔ ہم ذیل میں اس رسالہ سے چند باتیں اخذ کر کے قارئین کی نذر کرتے ہیں، جن سے اندازہ ہو کہ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کس شان سے دفاع کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے ایک مدرس نے سوال کیا کہ ایک غیر مقلد کی کتاب ''غفر المبین'' میں لکھا ہے کہ امام ابو یوسف آخر سال پر اپنا مال اپنی بی بی کے نام ہبہ کر دیا کرتے تھے اور اس کا مال اپنے نام ہبہ کرا لیا کرتے تھے، تا کہ زکاۃ ساقط ہو جائے، یہ بات کسی نے امام ابوحنیفہ سے بیان کی انھوں نے فرمایا کہ یہ ان کے فقہ کی جہت سے ہے اور درست فرمایا، چنانچہ اس بات کی تصدیق ایک مقلد صاحب نے بھی کی، بلکہ کہا کہ اس معاملے کو امام بخاری نے بھی اپنی کتاب میں درج کیا ہے اور بہت نفرت کے ساتھ لکھا ہے، اس کی توضیح مدلل ارشاد فرمائی جائے۔ (ملخصاً فتاویٰ رضویہ چہارم ۴۴۱)

اس سوال سے محسوس ہوتا ہے کہ امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ پر یہ الزام سیکڑوں سال پرانا ہے، مگر ہمیں نہیں معلوم کہ کسی نے اس مسئلے پر امام ابو یوسف کی حمایت میں اس قدر تفصیلی کلام کیا ہو، لیکن جب یہ سوال ائمہ اعلام کی حرمتوں کے امین امام احمد رضا قدس سرہ کی بارگاہ میں آتا ہے تو آپ کی مذہبی غیرت اسے گوارا نہیں کرتی اور آپ کو آمادہ کرتی ہے کہ پوری تفصیل سے کلام کریں، چنانچہ آپ نے اس الزام کے سات جوابات دیے ہیں:

امام احمد رضا کے جواب کا خلاصہ:

(۱) امام بخاری نے کہیں ذکر نہیں کیا کہ امام ابو یوسف ایسا عمل کرتے تھے اور امام ابوحنیفہ نے ان کی تصدیق کی، انھوں نے صرف اس قدر لکھا ہے کہ بعض علما کے نزدیک:

اگر کوئی شخص سال پورا ہونے سے پہلے مال ہلاک کر دے یا ہبہ کر دے یا بیچ کر بدل لے کہ زکاۃ واجب نہ ہونے پائے تو اس پر کچھ واجب نہیں۔

(۲) کتب حنفیہ میں اس مسئلہ میں امام ابو یوسف اور امام محمد کا اختلاف منقول ہے اور یہ کہ فتویٰ امام محمد کے قول پر ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں، اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ کا بھی ہے، تو امام صاحب کی طرف یہ نسبت کہ انھوں نے اس فعل کی تصدیق کی، مذہب کے خلاف ہے۔

(۳) خزانۃ المفتین میں ہے کہ شفعہ ثابت ہونے کے بعد اس کے ابطال کے لیے حیلہ مکروہ ہے اور قبل ثبوت کوئی حرج نہیں، اور وجوبِ زکاۃ سے بچنے کے لیے حیلہ اجماعاً مکروہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسا امام ابو یوسف بھی مکروہ قرار دیتے ہیں، اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہوگا اور طرفین کے نزدیک مکروہ تحریمی۔ خود امام ابو یوسف نے اپنی کتاب الخراج میں ایسا حیلہ کرنے سے منع فرمایا:"**لایحتال في ابطال الصدقة بوجه ولا سبب**"۔ اور کتاب الخراج امام ابو یوسف نے خلیفہ ہارون رشید کے لیے لکھی تھی جو امام ابوحنیفہ کا آخر یا بعد کا زمانہ ہے، لہٰذا اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام ابو یوسف نے اپنے پہلے قول سے رجوع فرمالیا، اور قول مرجوع سے طعن بالکل غلط ہے، ورنہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایک زمانے تک جوازِ متعہ کے قائل رہے بالآخر رجوع فرمالیا۔

(۴) یہ حکایت کسی سند سے ثابت نہیں، اور بے سند حکایت سے کیا طعن ہو سکتا ہے۔ اکابر علما بارہا عوام کے لیے رخصت بتاتے ہیں اور خود عزیمت پر عمل کرتے ہیں، امام ابوحنیفہ نبیذ کو حرام قرار دینے سے منع کرتے اور کبھی منہ نہ لگاتے۔

(۵) امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم شریف میں فرمایا کہ یزید پر لعن کرنا اس وجہ سے کہ اس نے امام حسین کا قتل کیا یا قتل کا حکم دیا درست نہیں اس لیے کہ یہ ثابت نہیں، اور بلا ثبوت کسی کی طرف کبیرہ کی نسبت جائز نہیں۔ اب امام ابو یوسف کے مسئلہ میں دیکھنا یہ ہے کہ ایسا خطائے اجتہادی ہے یا کسی فریضۂ الٰہیہ کی مخالفت ہے، خطائے اجتہادی پر طعن کیا معنی؟ اس پر تو مجتہد کو ایک ثواب ملتا ہے، اور اگر معاذ اللہ دوسری صورت ہو تو گناہ کبیرہ ہوگا پھر کیسے جائز ہوگا کہ ایسے سخت کبیرہ کی نسبت ایک مسلمان نہیں بلکہ امام المسلمین کی طرف کی

جائے وہ بھی تو اتر کجا محض بلا سند حکایت پر۔

سبحان اللہ! یزید پلید کی طرف تو یہ نسبت ناجائز و حرام ہو کہ اس نے امام مظلوم سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرایا اس لیے کہ اس کا حکم دینا اس خبیث سے متواتر نہیں، اور سیدنا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایسی شدید عظیم بات نسبت کرنا حلال ٹھہرے حالانکہ تو اتر چھوڑ اصلاً کوئی ٹوٹی پھوٹی سند بھی نہیں۔

(۶) محض برا لگنا بے دلیل شرعی حجت نہیں، نہ زہد کے احکام شرعی احکام پر حاکم، نماز میں قلتِ خشوع کو اہل سلوک مذموم کہتے اور ایسی نماز کو فاسد و باطل گردانتے ہیں، مگر فقہا کا اجماع ہے کہ ''خشوع'' نہ رکن ہے نہ فرض ہے نہ شرط ہے۔ اجتہادِ مجتہد طعن کا مقام نہیں اور فعل بفرض غلط اگر کبھی ہوا اور بسند معتمد ثابت ہو جائے تو بس اس قدر ہوگا کہ ان کا اجتہاد ہے، جس طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت عکرمہ کو کہا جب انھوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا کہ وتر انھوں نے ایک رکعت پڑھی جواب دیا: ''**دعــه فــانـه فقيـه**''۔ انھیں کچھ نہ کہہ، کہ وہ مجتہد ہیں۔ رواہ البخاری

ہاں تصدیق کے بارے میں یہ حکایت کتب میں منقول ہے کہ امام زین الملۃ والدین ابوبکر خواب میں زیارت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے، کسی شافعی المذہب نے امام ابو یوسف کا یہ قول حضور کے سامنے عرض کیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو یوسف کی تجویز حق ہے یا فرمایا راست ہے۔ شرح نقایہ میں ہے: **وقـد أيـده مـا صـح عندنا أن افضل العلما في زمـانـه وأكـمـل العرفا في أوانه زين الملة والدين ابوبكر التـائبـادي قـد رأى في المنام أن شافعي المذهب قال في مـجـلـس الـنـبـي صلى الله عليه وسلم ان أبا يوسف جوز حيـلـة فـي اسـقـاط الزكوة فقال صلى الله عليه وسلم ان ماجوزه ابويوسف حق أو صدق**۔ (فتاوی رضویہ ۴/۴۴۵)

اس جواب کا حاصل تو یہ ہوا کہ حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ نے زکاۃ کے معاملے میں حیلہ شرعی کو جائز قرار دیا تو امام ابوحنیفہ کی تصدیق وتصویب کجا؟ خواب میں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تصدیق وتصویب فرما رہے ہیں۔

(۷) زکاۃ واجب ہوجانے کے بعد ادا نہ کرنے کا حیلہ بالاجماع حرام قطعی ہے، لیکن یہاں معاملہ قبل وجوب ہے یعنی ایسی تدبیر کرنی کہ ابتداءً زکاۃ واجب ہی نہ ہو۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اس میں کون سے حکم خدا کی نافرمانی ہوئی، اللہ عزوجل نے سال پورے ہونے پر زکاۃ فرض کی اس کے بعد جو ادا نہ کرے وہ گنہگار ہے، یہ کہاں فرض کیا کہ اپنے مال پر سال گزر بھی جانے دو، ہرگز واجب بلکہ مستحب بھی نہیں کہ قدر نصاب مال جمع کر کے رکھ چھوڑ وتا کہ زکاۃ واجب ہو، اور حق یہ ہے کہ امام ابو یوسف کا یہ قول بھی اس لیے نہیں کہ لوگ اسے دستاویز بنا کر زکاۃ سے بچیں، بلکہ وہ بوقت ضرورت وحاجت پر محمول ہے مثلاً کسی پر حج فرض ہوگیا تھا، لیکن اس کا مال چوری ہوگیا، حج اور گھر کے اخراجات کے لیے ایک ہزار درم کی ضرورت ہے، محنت سے جمع کیے، سفر حج کا وقت آ چکا ہے، اور اگلے روز زکاۃ کا سال پورا ہونے والا ہے، اگر پچیس درم نکل جائیں گے گے اخراجات میں کمی پڑے گی ان حالات میں ایسا حیلہ کرے کہ حج فرض سے محروم نہ رہے۔

یا کوئی شخص اپنے حال کو جانتا ہے کہ زکاۃ اس سے ہرگز ہرگز نہ دی جائے گی اس کا نفس ایسا غالب ہے کہ کسی طرح اس فرض پر اصلاً قدرت نہ دے گا یہ اس خیال سے ایسا کرے کہ بعد فرضیت ارتکاب گناہ سے بچ جائے تو یہ ایسا ہی ہے کہ جو دو بلاؤں میں مبتلا ہو رہا ہو وہ ہلکی اختیار کرلے۔ تو ایسا حیلہ گناہ سے بچنے کے لیے ہے نہ کہ گناہ میں پڑنے کے لیے۔ خود قرآن وحدیث سے اس حیلہ شرعیہ کا جواز ثابت ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی سو کوڑے مارنے کی قسم، پھر سو تیلیوں کی ایک جھاڑو سے قسم پوری کرنے کی ترکیب، پھر اسی ترکیب پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل جب ایک کمزور شخص پر حد لگانی پڑی، اور صحیحین کی روایت کہ خیبر کی کھجوروں کے بارے میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی کہ کیسے کم کھجوریں بیچ کر زیادہ کھجوریں لی جائیں۔ یہ شرعی حیلے نہیں تو اور کیا ہیں؟۔ جب اللہ ورسول اجازت دیں اور تعلیم فرمائیں تو امام ابو یوسف پر کیا الزام آسکتا ہے؟

ہاں ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ خیال فرمایا کہ کہیں اس کی تجویز عوام کے لیے غلط مقصد کا دروازہ نہ کھولے، لہٰذا ممانعت فرمادی اور ائمہ فتویٰ نے اس منع پر ہی فتویٰ دیا، امام بخاری بھی اگر امام محمد کا ساتھ دیں اور امام ابو یوسف کا قول پسند نہ کریں تو امام ابو یوسف کی شان جلیل کو کیا نقصان؟ وہ کون سا مجتہد ہے جس کے بعض اقوال دوسرے ائمہ کو پسند نہ ہوئے، یہ ردّ وقبول تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے سے بلانکیر رائج ومعمول ہے، نہ امام بخاری کے مذکورہ اقوال میں کوئی کلمۂ نفرت ہے، اور ہو بھی تو ان کی نفرت امام مجتہد کو کیا نقصان دے سکتی ہے، امام بخاری امام احمد بن حنبل کے شاگرد ہیں، امام احمد بن حنبل امام شافعی کے شاگرد ہیں، وہ امام محمد کے، وہ امام ابو یوسف کے وہ امام ابوحنیفہ کے رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اللہ عزوجل نے انھیں (امام بخاری کو) خدمت الفاظ کریمہ کے لیے بنایا تھا، خدمت معانی ائمہ مجتہدین خصوصاً امام الائمہ ابوحنیفہ کا حصہ تھا۔ محدث ومجتہد کی نسبت عطار وطبیب کی مثل ہے۔ عطار دوا شناس ہے اس کی دوکان عمدہ عمدہ دواؤں سے مالا مال ہے، مگر تشخیص مرض ومعرفت علاج وطریق استعمال طبیب کا کام ہے، عطار کامل اگر طبیب حاذق کے مدارک عالیہ تک نہ پہنچے، معذور ہے۔

کاش سیدنا امام بخاری علیہ رحمۃ الباری اگر فرصت پاتے اور زیادہ نہیں دس بارہ ہی برس امام حفص کبیر بخاری وغیرہ ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے فقہ حاصل فرماتے تو امام ابوحنیفہ کے اقوال شریفہ کی جلالت شان وعظمت مکان سے آگاہ ہوجاتے، امام ابوجعفر طحاوی حنفی کی طرح ائمہ محدثین وائمہ فقہا دونوں کے شمار میں یکساں آتے، مگر تقسیم ازل جو حصہ دے۔

(ملتقطاً فتاویٰ رضویہ قدیم چہارم صفحہ ۴۴۸، ۴۴۷)

اعلیٰ حضرت کے وہ کلمات جو آپ نے اس رسالے کے اختتام پر لکھے ہیں وہ احترام اکابر میں نسخۂ کیمیا ہیں، انھیں من وعن نقل کرنا چاہتا ہوں، تاکہ اہل شوق دیکھیں اور اسی کو اپنا مذہب ومسلک ومشرب بنائیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

بالجملہ ہم اہل حق کے نزدیک حضرت امام بخاری کو حضور پرنور امام اعظم سے وہی نسبت ہے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور پرنور امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا ومولانا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الاسنیٰ سے، کہ فرق مراتب بے شمار، اور حق بدست حیدر کرار، مگر معاویہ بھی ہمارے سردار، طعن ان پر بھی کار فجار، جو معاویہ کی حمایت میں عیاذاً باللہ اسد اللہ کے سبقت واولیت وافضلیت واکملیت سے آنکھ پھیرلے وہ ناصبی یزیدی، اور جو علی کی محبت میں معاویہ کی صحابیت وخدمت ونسبت بارگاہِ حضرت رسالت بھلادے وہ شیعی زیدی۔ یہی روشِ آداب بحمد اللہ تعالیٰ ہم اہل توسط واعتدال کو ہر جگہ ملحوظ رہتی ہے، یہی نسبت ہمارے نزدیک امام ابن الجوزی کو حضور سیدنا غوث اعظم، اور مولانا علی قاری کو حضرت خاتم ولایت محمدیہ شیخ اکبر سے ہے، نہ ہم بخاری وابن جوزی وملا قاری کے اعتراضوں سے شان رفیع امام اعظم وغوث اعظم وشیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر کچھ اثر سمجھیں، نہ اُن حضرات سے کہ بوجہ خطائی الفہم معترض ہوئے الجھیں، ہم جانتے ہیں کہ ان کا منشا اعتراض بھی نفسانیت نہ تھا، بلکہ ان اکابر محبوبان خدا کے مدارک عالیہ تک دست ادراک نہ پہنچنا وبس، لاجرم اعتراض باطل اور معترض معذور اور معترض علیہم کی شان ارفع واقدس والحمدللہ رب العلمین۔ (فتاویٰ رضویہ چہارم قدیم صفحہ ۴۴۹)

ہم نے مذکورہ رسالہ سے کچھ باتیں اخذ کرکے پیش کی ہیں، باقی پورا رسالہ بار بار مطالعہ کرنے کے لائق ہے۔ آخر میں حاصل مطالعہ کے طور پر چند نکات پر غور کرنا چاہیے:

(۱) یہاں دو باتیں ہیں، ایک یہ کہ امام ابو یوسف وجوبِ زکاۃ کے معاملہ میں حیلہ شرعیہ کے جواز کے قائل تھے، دوسرے یہ کہ آپ اس

پر عامل بھی تھے۔اعلیٰ حضرت نے اپنے جواب کی تفصیلات کی بنیاد پہلے امر کو بنایا ہے کہ یہ آپ کا قول ہے، وہ بھی حسب ضرورت، ورنہ مکروہ وممنوع قرار دیتے ہیں۔رہا دوسرا امر کہ وہ ایسا کرتے تھے،اعلیٰ حضرت نے اِس کا رد کیا ہے، کہ یہ بے سروپا اور بے بنیاد حکایت ہے۔

(۲)اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ پر مذکورہ طعن کا جواب چند جملوں میں بھی دے سکتے تھے، لیکن اس سلسلے میں اتنا تفصیلی کلام اس بات کا غماز ہے کہ آپ کے نزدیک اکابر کی حرمتیں اس لیے نہیں ہوتیں کہ سنی سنائی باتوں کی بنا پر ان سے کھلواڑ کیا جائے۔

(۳) جب یہ سوال اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں آیا جس میں کوئی شرعی مسئلہ نہیں پوچھا گیا تھا، بلکہ ایک واقعہ کی توضیح مانگی گئی تھی جو مفتی کا منصب نہیں،تو ایسا بھی ہوسکتا تھا اس سوال کو نظر انداز کر دیا جاتا، یا یوں کہ اعتراض تو امام ابو یوسف پر ہوا، اس سے ہمارا کیا بگڑتا ہے جو ہم اس جنجال میں پڑیں اور جواب دینے کا بوجھ اٹھائیں۔نہیں، بلکہ امام احمد رضا قدس سرہ نے امام ابو یوسف پر لگائے گئے الزام کا تفصیلی جواب دے کر یہ مزاج دیا ہے کہ اکابر کی حرمتیں پامال کرنے کا مزاج پروان چڑھتا رہا تو پھر کسی کی عزت سلامت نہ رہے گی، اس لیے اکابر کے دفاع میں بھرپور علمی وفکری توانائیاں صرف کی جانی چاہئیں۔

(۴) سوال میں یہ بھی تھا کہ امام بخاری نے ایسا بہت نفرت سے لکھا ہے، اس پر کوئی ناخواندہ حنفی جذبات کی رَو میں آکر امام بخاری کے خلاف نازیبا کلمات استعمال کرسکتا ہے، لیکن اعلیٰ حضرت نے اس شان سے امام ابو یوسف کا دفاع کیا کہ امام بخاری کی شان پر کوئی حرف نہیں آتا، بلکہ ان کے احترام کا بھی داعیہ پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ اس حساس موضوع پر کلام کرتے ہوئے ''کاش سیدنا امام بخاری علیہ رحمۃ الباری'' جیسے الفاظ اعلیٰ حضرت ہی کی تحریروں میں ملیں گے۔

☆☆☆

(باقی صفحہ ۱۱کا)

ترجمہ: اور بیشک ضرور تم اگلے کتاب والوں اور مشرکوں سے بہت کچھ برا سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم.

(البقرۃ ۱۰۹)

ترجمہ: بہت کتابیوں نے چاہا کاش تمھیں ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیر دیں اپنے دلوں کی جلن سے۔

(کنزالایمان)

رسولِ کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق درگزر فرماتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے لڑنے کی اجازت دے دی۔

جب رسولِ کریم ﷺ نے بدر کے مقام پر جہاد کیا اور اللہ تعالیٰ نے کفارِ قریش کے بڑے بڑے سرداروں کو ہلاک کیا تو ابن ابی بن سلول اور اس کے ساتھ مشرکین بت پرستوں نے کہا یہ ایک کام ہے جو متوجہ ہوگیا۔

چنانچہ انھوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کی اور بظاہر اسلام قبول کرلیا۔تو اس حدیث کے مطابق رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو سلام کرنا اس وقت تھا جب اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کرنے اور ان سے درگزر کرنے کا حکم دیا اور ان سے اچھے طریقے کے علاوہ مجادلہ کے ترک کا حکم دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم منسوخ کردیا اور ان کے ساتھ لڑنے کا حکم دیا تو اس کے ساتھ ہی ان کو سلام کرنے کا حکم بھی منسوخ ہوگیا،اور آپ کی یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہود ونصاریٰ کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو اور ان میں جو آدمی تمہیں سلام کرے تو اسے تم صرف ''وعلیکم'' کہو اور اس پر اضافہ کرنے سے بھی منع کردیا۔(طحاوی باب ۳۱۳)

☆☆☆

بحث و تحقیق **قسط سوم**

شیعہ امامیہ اور اصول روایت: عرض ونقد

از: مفتی ازہار احمد امجدی ازہری (فاضل جامع ازہر مصر)

شیعہ امامیہ اور حدیث صحیح

حدیث صحیح کی تعریف: جس کی سند معصوم علیہ السلام تک عدل امامی، اسی کے مثل کے ذریعہ تمام طبقات میں متصل ہو۔
(قواعد الحدیث/موسوی، ص۴۲)

تعریف کی تشریح: اتصال کی قید سے حدیث مقطوع، معضل اور مرسل خارج ہوگئیں۔ معصوم سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور امام علیہ السلام ہیں۔ عدل کی قید سے حدیث حسن خارج اور امامی کی قید سے حدیث موثق نکل گئی۔ (مقباس الھدایۃ/مامقانی، ج۱ص۱۴۶)

ضبط: بعض لوگوں نے عدل کے ساتھ ضابط ہونے کی بھی قید لگائی ہے، مگر اس قید کو یہ کہہ کر رد کر دیا گیا کہ عدل کی قید ضبط کی قید سے بے نیاز و مستغنی کر دیتی ہے۔

شذوذ: شیعہ امامیہ کے نزدیک عدم شذوذ کی قید معتبر نہیں۔

عدم علت: یہ قید بھی ان کے نزدیک قابل قبول نہیں؛ کیوں کہ اتصال کی قید اس سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ (مقباس الھدایۃ/مامقانی، ج۱ص۱۵۳)

لیکن اہل سنت و جماعت کے نزدیک یہ ساری قیود یعنی ضبط، عدم شذوذ اور عدم علت کی قیود معتبر ہیں۔

یہاں ذہن میں ایک سوال اٹھتا ہے کہ شیعہ امامیہ نے صحیح حدیث کی تعریف میں جو شرائط لگائی ہیں، کیا واقعی یہ سب شرطیں ان کی اصح کتاب 'الکافی/کلینی' میں پائی جاتی ہیں؟ اس سوال کا جواب عنقریب آنے والی سطور میں واضح ہو جائے گا، ملاحظہ فرمائیں:

پہلی شرط اتصال سند: شیعہ امامیہ نے حدیث صحیح کی تعریف کرتے ہوئے اتصال سند کی قید لگائی ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کے نزدیک حدیث مرسل و منقطع، حدیث صحیح نہیں، مگر اس کے باوجود یہ لوگ حدیث مرسل پر صحیح کا اطلاق کرتے ہیں، ان کے شیخ مامقانی نے کہا۔

''ابن ابی عمیر نے 'الصحیح' میں اس طرح روایت کی، حالاں کہ اس کی منقولہ روایت مرسل ہے، اسی طرح بکثرت حدیث مقطوع کے تعلق سے بھی واقع ہے''۔ (مقباس الھدایۃ/مامقانی، ج۱ص۱۵۷)

ہم یہاں پر قارئین کے سامنے ابن ابی عمیر کا مختصر ترجمہ پیش کر دیتے ہیں، تاکہ وہ خود فیصلہ کر سکیں کہ کیا حقیقت میں اس کی مراسیل پر صحت کا اطلاق ہو سکتا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

شیعہ امامیہ کے عالم طرطوسی نے لکھا: نام: محمد بن ابی عمیر، کنیت: ابو احمد، خاصہ (شیعہ امامیہ) و عامہ (اہل سنت و جماعت) دونوں کے نزدیک اوثق الناس اور بہت زیادہ متقی و پرہیز گار تھا، ائمہ علیہم السلام میں سے تین لوگوں کا زمانہ پایا ہے، وہ یہ ہیں: ابو ابراہیم موسی علیہ السلام، مگر ان سے روایت نہیں کی ہے۔ رضا علیہ السلام، ان سے روایت کی ہے۔ جواد علیہ السلام۔ محمد بن ابی عمیر کی کثیر تعداد میں مصنفات موجود ہیں (الفھرست/طرطوسی، ص۱۴۲)

اہل سنت و جماعت کے علما میں سے ابن حبان نے اس کو ''الثقات'' میں ذکر کیا ہے۔ (الثقات/ابن حبان، ج۵ص۳۶۱) اور ابن حجر نے لکھا: یہ اشراف کوفہ میں سے تھا۔ (لسان المیزان/ابن حجر، ج۵ص۳۷۳)

لیکن یہ بات مشہور و معروف ہے کہ ابن حبان توثیق کے

معاملہ میں متساہل ہیں اور حافظ ابن حجر نے اس کے بارے میں جرح و تعدیل، کچھ بھی نہیں ذکر کیا۔

شیعہ امامیہ کے ایک اور عالم نجاشی نے اس کی قدرے تعریف وتوصیف کے بعد لکھا۔ ''اس کی کچھ کتابیں تھیں، کہا جاتا ہے: جب وہ روپوش تھا تو اس کی بہن نے اس کی کتابوں کو دفن کردیا۔ بعض لوگوں نے کہا: کتابیں کمرے میں رکھی ہوئی تھیں، بارش کی وجہ سے سب ضائع ہوگئیں، جس کے سبب وہ اپنے حافظہ پر اعتماد کر کے اور جو لوگوں کو بیان کر چکا تھا، اسے بیان کیا، اسی وجہ سے ہمارے اصحاب اس کی مراسیل پر اعتماد کرتے ہیں۔ اس کی وفات ۲۱۷ھ میں ہوئی''۔ (رجال النجاشی، ج ۲ص ۲۰۴)

اس بیان سے اتنی بات تو واضح ہوگئی کہ تیسری صدی ہجری میں اس کا انتقال ہوا، اس کی کتابیں ضائع ہوگئی تھیں، اور وہ ایسی روایات بیان کرتا تھا جو لوگوں کے پاس پہلے کی بیان کی ہوئی روایات تھیں، اس کے باوجود یہ لوگ اس کی مراسیل پر اعتماد کرنے کے ساتھ اسے صحیح بھی قرار دیتے ہیں۔ مزید برآں یہ کہ وہ ضعفا و کذاب سے روایت کرتا ہے، اور یہ روایتیں شیعہ کی معتمد علیہ کتابیں: الکافی، التھذیب اور الاستبصار میں موجود ہیں۔ بطور مثال ایک روایت پیش خدمت ہے:

کلینی نے سند صحیح کے ذریعہ عن ابن أبي عمیر عن علی بن حمزۃ روایت کیا ہے ۔(الکافی رکلینی، کتاب الجنائز، باب النوادر، ج ۳ص ۲۲۵)

اس روایت میں موجود علی کے بارے میں علی بن حسن بن فصال نے تحریر کیا: کذاب، ملعون ہے۔ (معجم رجال الحدیث رموسوی، ج ۱ص ۶۶) اور شیعہ امامیہ کے عالم طرطوسی نے بھی اس راوی پر لعنت کی۔ (ھامش الفھرست، ص ۹۶)

رہی بات منقطع احادیث کی جو اتصال سند کے منافی ہے، تو شیعہ حضرات نے اس کی تخریج کتاب اللہ کے بعد اپنی اصح کتاب ''الکافی'' میں بہت زیادہ کی ہے۔ بطور مثال صرف ایک روایت یہاں ذکر کرنے پر اکتفا کرتا ہوں، ملاحظہ فرمائیں:

شیعہ کے امام کلینی نے لکھا:........عن عبد الرحمٰن بن أبي نجران، عمن ذکرہ، عن أبي عبد اللہ علیہ السلام، قال:.............(الکافی رکلینی، کتاب فضل العلم، باب النوادر، ج ۱ص ۴۹)

اس روایت میں انقطاع عمن ذکرہ پر واقع ہے، کیوں کہ عبد الرحمٰن نے اس روایت میں، اس راوی کا ذکر ہی نہیں کیا جس نے ابوعبداللہ سے سنا ہے اور عبدالرحمٰن نے ابوعبداللہ کا زمانہ بھی نہیں پایا ہے۔ (رجال النجاشی، ج ۲ص ۴۵) اور اس کے علاوہ شیعہ امامیہ کی اصح کتاب ''الکافی'' میں لاتعداد انقطاع موجود ہے، جن کی تفصیل یہاں ممکن نہیں۔

دوسری شرط عدالت: شیعہ امامیہ نے حدیث صحیح ہونے کے لیے اتصال سند کی شرط لگائی اور اس پر کھرے نہیں اتر سکے۔ اب ان کی ایک شرط عدالت کا جائزہ لیتے ہیں۔ عدالت کی شرط تصحیح حدیث کے باب میں بہت اہمیت کی حامل ہے۔ اس وجہ سے غیر عادل کی روایت قبول نہیں کی جاتی۔ شیعہ کے عالم شہید ثانی نے کہا: اسی پر جمہور ائمہ حدیث اور اصول فقہ کا اتفاق ہے ۔(مقباس الھدایۃ رمامقانی، ج ۲ص ۳۴)

معروف ہے کہ کسی کی عدالت دو عادل عالموں کی تنصیص یا استفاضہ وشہرت سے ثابت ہوتی ہے، جیسا کہ خود شیعہ کے امام مامقانی نے اس کی صراحت کی ہے۔ (مقباس الھدایۃ رمامقانی، ج ۲ص ۶۳)

اس کے باوجود شیعہ کے عالموں نے بعض ایسے راوی جن کے بارے میں جرح وتعدیل کچھ بھی مذکور نہیں، ان کی روایات کو صحیح مانا، اور ان کی روایات کو اصح کتب ''الکافی'' میں ذکر کیا گیا۔

شیعہ کے عالم شیخ بہائی نے لکھا۔ کبھی بعض احادیث کی اسانید میں ایسے راوی بھی داخل ہوتے ہیں جن کے بارے میں کتب جرح و

تعدیل میں مدح وذم کچھ بھی ذکر نہیں کیا گیا۔ہاں، اتنا ضرور ہے کہ ہمارے سابقین بڑے علما نے ان کی روایات کا کافی اہتمام کیا اور ہمارے متاخرین علما نے ان کی روایات پر صحت کا حکم لگایا۔(مقباس الھدایۃ/مامقانی، ج۲ص۱۳۰)

جن راویوں کے متعلق جرح وتعدیل کچھ بھی مذکور نہیں، اس کے باوجود شیعہ حضرات نے ان کی احادیث کو صحیح قرار دیا، ان میں سے بعض یہ ہیں: احمد بن محمد بن حسن بن ولید، احمد بن یحییٰ عطار، علی بن ابی جید اور معاویہ بن میسرہ وغیرہ۔یہ طریقہ کار، صحیح حدیث کی مذکورہ تعریف سے خارج ہے۔(مقباس الھدایۃ/مامقانی، ج۲ص۱۳۱، اصول الروایۃ عندالشیعۃ الامامیۃ/ص۱۸۴)

ان کے علاوہ مزید ایسے راوی بھی ہیں جن کے متعلق تعدیل و تجریح میں اختلاف ہے۔اس کے باوجود ان پر کلی اعتماد کیا گیا، یہاں تک کہ شیعہ امامیہ کے اخبار واحادیث کا دار و مدار انہیں راویوں پر ہے۔کچھ مختلف فیہ راویوں پر کسی حد تک اعتماد کرنا، نامناسب بات تو نہیں، مگر بالکلیہ انہیں پر توکل کرنا اور مرویات کا دار و مدار انہیں پر ہونا یہ ضرور غیر مناسب بات ہے۔ان میں سے بعض راویوں کے نام یہ ہیں:

زرار بن اعین، ابوبصیر لیث مرادی، محمد بن مسلم اور یزید بن معاویہ، یہی وہ افراد ہیں جو شیعہ امامیہ کی احادیث کے باب میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ابوعبداللہ علیہ السلام کہتے ہیں: ''میں زرار بن اعین، ابوبصیر لیث مرادی، محمد بن مسلم اور یزید بن معاویہ عجلی کے سوا کسی کو نہیں پاتا ہوں جس نے ہمارے ذکر کو زندہ رکھا ہو، اور میرے باپ کی احادیث کو رواج دیا ہو۔اگر یہ لوگ نہ ہوتے؛ تو یہ مسائل استنباط نہ کئے گئے ہوتے۔یہ لوگ دین کے محافظ، اللہ کے حلال وحرام پر میرے والد علیہ السلام کے امین ہیں اور یہی لوگ دنیا و آخرت میں ہماری طرف سبقت کرنے والے ہیں'' (رجال الکشی/ج۱ص۳۴۸)

ہم یہاں پر اختصار کے پیش نظر ان کے بنیادی راویوں میں سے صرف ایک کے بارے میں انہیں کے علما کے اقوال نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

زرارہ بن اعین: یہ زرارہ بن اعین بن سنسن ہے۔کنیت ابوالحسن۔نجاشی نے لکھا: ''یہ اپنے زمانہ میں ہمارے اصحاب کے شیخ اوران میں مقدم، قاری، فقیہ، متکلم، شاعر اور ادیب تھا۔فضل ودین کی خصلت ان میں جمع تھی اور روایت کرنے میں صادق تھا۔اس کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی''۔(رجال النجاشی/ج۱ص۳۹۷)

لیکن جہاں شیعہ امامیہ کے بعض علما نے اس بنیادی راوی کی تعریف وتعدیل کی ہے، وہیں پر ان میں سے بعض نے اس پر سخت ترین جرح بھی کی ہے۔ملاحظہ فرمائیں:

عبدالرحیم قصیر کہتے ہیں: ''ابوعبداللہ نے مجھ سے کہا: زرارہ اور برید کو بلاکر ان سے کہو: یہ کیسی بدعت ہے جو تم دونوں نے ایجاد کر رکھی ہے۔کیا تم دونوں کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بدعت گمراہی ہے''۔(رجال الکشی/ج۱ص۳۴۵) نیز ابوعبد اللہ علیہ السلام کہتے ہیں: ''اللہ برید پر لعنت کرے، اللہ زرارہ پر لعنت کرے''۔(رجال الکشی/ج۱ص۳۶۴) نیز ابوعبداللہ علیہ السلام سے جب ایک شخص نے پوچھا کہ زرارہ سے آپ کی ملاقات کا کیا حال ہے؛ تو انہوں نے اس کے بارے میں اس طرح اظہار خیال فرمایا: ''میں نے اس کو ایک زمانہ سے نہیں دیکھا، اس کی طرف توجہ نہ دو۔اگر بیمار ہوجائے؛ تو اس کی عیادت نہ کرو، اگر مرجائے؛ تو اس کے جنازہ میں شریک نہ ہو۔راوی نے کہا: میں نے تعجب سے کہا: آپ زرارہ کے بارے میں ایسا کہہ رہے ہیں؟! انہوں نے کہا: ہاں زرارہ، زرارہ یہود ونصاری، بلکہ جس نے اللہ تعالیٰ کے متعلق ثالث ثلاثہ کا قول کیا، اس سے بھی بدتر ہے''۔(رجال الکشی/ج۱ص۳۸۱)

شیعہ امامیہ کے بنیادی راوی کی خود ان کے نزدیک یہ حالت ہے اور جن کتابوں سے یہ حالت بیان کی گئی ہے، ان کے نزدیک

رجال کے متعلق یہ کتابیں، ام الکتب کی حیثیت رکھتی ہیں، وہ کتب یہ ہیں: (۱) رجال الکشی (۲) رجال النجاشی (۳) رجال الطّوسی (۴) الفھر ست للطوسی، شیعہ امامیہ کے نزدیک ان اصول اربعہ میں سے قدیم تر کتاب رجال الکشی ہی ہے۔ (مقدمۃ رجال النجاشی، ص: ب، ج، د)

ان کی اصح کتب ''الکافی'' میں اس راوی کی کثیر تعداد میں مرویات موجود ہیں۔ استاد محمد مال اللہ نے اپنی کتاب ''نقد ولایۃ الفقیہ'' میں زرارہ بن اعین کی مرویات کا شمار کیا، جن کی تعداد تقریبا سات سو(۷۰۰) تک پہونچتی ہے۔ (نقد ولایۃ الفقیہ/محمد، ص ۲۸)

تیسری شرط امامی ہونا: حدیث کے صحیح ہونے کے لیے شیعہ امامیہ نے ایک شرط راوی کا امامی اثنا عشری ہونا رکھی ہے، مگر شیعہ امامیہ صحت حدیث کی اس شرط پر بھی قائم ودائم نہ رہ سکے اور امامی راوی کے علاوہ کی احادیث کو بھی صحیح قرار دیا، جیسے عبداللہ بن بکیر بن اعین جو امامی نہیں، بلکہ فطحی اور سماعہ بن مہران حضرمی، علی بن حمزہ اور عثمان بن عیسی امامی نہیں، بلکہ واقفی ہیں۔ (مقباس الھدایۃ/مامقانی، ج ۲ ص ۲۷)

بہرحال شیعہ امامیہ نے صحت حدیث کے لیے جن شروط کو رکھا تھا، ان میں سے کسی ایک شرط پر بھی قائم نہ رہے، اور نہ ہی ان کے التزام اور رعایت کرنے میں کھرے اتر سکے۔

شیعہ امامیہ اور حدیث حسن

حدیث حسن: وہ حدیث ہے جس کی سند ممدوح امامی کے ذریعہ اس کی عدالت کی صراحت کیے بغیر معصوم علیہ السلام تک ملی ہوئی ہو، اور یہ تمام مراتب یا بعض میں باقی کے رجالِ صحیح ہونے کے ساتھ ہو۔ (قواعد الحدیث/موسوی، ص ۴۲)

تعریف کی وضاحت: حدیث کی تعریف میں ممدوح سے مطلقاً مدح کیا ہوا مراد نہیں، بلکہ ممدوح کی ایسی مدح کی گئی ہو جو معتد بہ ومقبول ہو۔ شیعہ امامیہ کے نزدیک مدح تین طرح کی ہے: ایک ایسی مدح کہ قوت سند میں جس کا دخل ہو، جیسے صالح و خیر وغیرہ۔ دوسری مدح کہ سند کی قوت میں جس کا دخل نہ ہو، بلکہ قوت متن میں دخل ہو، جیسے فہیم و حافظ وغیرہ، اور تیسری مدح جس کا دونوں میں دخل نہ ہو، جیسے شاعر و قاری وغیرہ، اور جو سند کے حسن یا قوی ہونے کا فائدہ دیتی ہے، اس سے مراد پہلی مدح ہے۔ (مقباس الھدایۃ/مامقانی، ج ۱ ص ۱۶۴)

حدیث موثق: وہ حدیث ہے جس کی سند معصوم علیہ السلام تک اس راوی کے ذریعہ متصل ہو، جس کے عقیدہ کے فساد کے باوجود اس کی توثیق کی گئی ہو، جو امامیہ کے مخالف فرقوں میں سے کسی فرقے کا ہو، اگرچہ وہ شیعہ ہی کیوں نہ ہو، اور یہ تمام راویوں میں ہو، یا بعض میں، باقی کے رجال، رجالِ صحیح ہونے کے ساتھ ہو، ورنہ اگر طریق حدیث میں کوئی ضعیف ہو؛ تو ادنی کے تابع ہوکر حدیث ضعیف ہوگی۔

تعریف کی وضاحت: اصحاب کی توثیق کا مقصد یہ کہ اگر مخالفین ان راویوں کی توثیق کریں گے تو نامقبول ہوگی، کیوں کہ شیعہ امامیہ کے اصحاب ہی کی توثیق کا اعتبار ہے، غیر کی توثیق کا کوئی اعتبار نہیں؛ اسی وجہ سے مخالفین نے جن رایوں کو اپنی صحاح میں توثیق کے بعد ذکر کیا ہے، ان کی مرویات شیعہ امامیہ کے نزدیک ضعیف ہیں۔ (مقباس الھدایۃ/مامقانی، ج ۱ ص ۱۶۸) اور شیعہ امامیہ کے نزدیک حدیث حسن کی حیثیت، حدیث موثق سے اعلیٰ و ارفع ہے، کیوں کہ حدیث حسن کے راوی میں اقل درجہ ممدوح امامی کا ہے، اور حدیث موثق میں اقل درجہ غالباً غیر امامی موثق کا ہوتا ہے، اور اس میں دو رائے نہیں کہ امامی، غیر امامی سے افضل و اعلیٰ ہے؛ لہٰذا اس کی روایت کا مرتبہ بھی اعلیٰ ہوگا۔ (مقباس الھدایۃ/مامقانی، ج ۱ ص ۱۷۰)

شیعہ امامیہ کے نزدیک راوی کی وثاقت یا اس کا حسن ہونا مندرجہ ذیل امور میں سے کسی ایک سے ثابت ہوتا ہے۔

(۱) معصومین میں سے کسی نے صراحت کی ہو تو اس سے وثاقت اور حسن ہونا ثابت ہو جاتا ہے (۲) شیعہ امامیہ کے متقدمین علما جیسے کشی و نجاشی وغیرہ میں سے کسی نے تنصیص کی ہو تو اس سے بھی وثاقت یا حسن ہونا ثابت ہو جاتا ہے (۳) متاخرین علما میں سے کسی نے تصریح کی ہو تو اس سے بھی وثاقت یا حسن ہونے کا ثبوت مل جاتا ہے، مگر اس میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ جس کے وثاقت کی خبر دی جائے، وہ خبر دینے والے کا معاصر ہو، جیسے شیخ بن شہر آشوب وغیرہ کی توثیقات، اور اگر معاصر نہ ہو تو اس کی توثیقات کا اعتبار نہیں، جیسے ابن طاوس وغیرہ کی توثیقات (معجم رجال الحدیث ر خوئی، ج ا ص ۳۹) (۴) متقدمین کی طرف سے اجماع کا دعویٰ، اس سے بھی وثاقت یا حسن ہونا ثابت ہوتا ہے، یعنی متقدمین میں سے کسی نے اگر کسی راوی کی وثاقت پر اجماع کا دعویٰ کیا تو اس کا یہ دعوی قابل قبول ہوگا (معجم رجال الحدیث ر خوئی، ج ا ص ۴۶)

کیا شیعہ امامیہ کے نزدیک بھی اہل سنت کی طرح احادیث کا مرتبہ تعدد طرق سے بڑھتا ہے؟

شیعہ کے عالم مامقانی نے لکھا۔ ''حدیث کبھی دو حسن یا دو موثق یا دو ضعیف یا دو سے زائد طرق سے مروی ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس قسم کی حدیث اسی قسم کی اس حدیث سے قوی تر ہے جو ایک ہی طریق سے مروی ہے، لیکن کیا تعارض کے وقت اس قسم کی حدیث اپنے سے بڑھ کر مرتبہ والی حدیث کے برابر ہوگی؟ اس باب میں تحقیق یہ ہے کہ یہ چیز موارد کے اختلاف جیسے مراتب جرح میں راویوں کا تفاوت، طرق کی کثرت و قلت اور متن کا عموم کتاب یا سنت یا علما کے عمل سے موافقت وغیرہ کے اختلاف سے مختلف ہوتی ہے، اور کبھی حسن جب اس کے طرق کثیر ہوں تو صحیح کے برابر، بلکہ اگر دوسرے مرجحات بھی ہوں تو صحیح سے بڑھ بھی جاتی ہے۔ (مقباس الھدایۃ ر ج ا ص ۱۸۱)

حدیث حسن اور موثق کے متعلق شیعہ امامیہ کا موقف

شیعہ امامیہ کے عالم مامقانی نے لکھا۔ ''اکثر لوگوں کے نزدیک حدیث حسن و موثق پر عمل کرنے کی اجازت نہیں، کیوں کہ خبر کے قبول کرنے میں ایمان و عدالت کی شرط ہے، پھر مامقانی نے لکھا: عجیب بات ہے کہ شیخ طوسی نے بھی اپنی کتب اصول میں اس کی شرط لگائی ہے، اس کے باوجود ان سے حدیث اور کتب الفروع میں غرائب واقع ہوئے، کبھی کبھی حدیث ضعیف پر مطلقاً عمل کرتے ہیں، یہاں تک کہ اس کے ذریعہ وہ احادیث صحیحہ کی تخصیص بھی کرتے ہیں، کبھی حدیث کو اس کے ضعیف ہونے کی وجہ سے رد بھی کرتے ہیں اور کبھی حدیث صحیح کو اس وجہ سے رد کر دیتے ہیں کہ وہ خبر واحد ہے جو علم و عمل کو واجب نہیں کرتا''۔ (مقباس الھدایۃ ر مامقانی، ج ا ص ۱۹۸)

یہ شیعہ امامیہ کے شیخ اور منفرد المثال قائد طوسی کا حال ہے کہ وہ اپنے مقرر کیے ہوئے قواعد حدیث پر عمل کرنے سے عاجز نظر آتا ہے اور اپنے متبعین کو حرج میں پڑنے سے بچانے کے لیے حدیث صحیح کو رد کر دیتا ہے۔

پھر مامقانی نے مزید لکھا: ''بعض دوسرے حضرات نے تھوڑی تفصیل کر کے حدیث حسن و موثق کو قبول کیا ہے، بلکہ کبھی حدیث ضعیف پر بھی عمل کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جب کہ اس حدیث کے مضمون پر عمل کرنا اصحاب کے درمیان مشہور ہو، یہاں تک کہ اسے حدیث صحیح پر مقدم رکھتے ہیں، اگر حدیث صحیح کے مضمون پر عمل کرنا مشہور و معروف نہ ہو......الخ'' (مقباس الھدایۃ ر مامقانی، ج ا ص ۱۹۸)

حاصل یہ کہ اگر چہ شیعہ امامیہ کے اکثر علما کا یہ مذہب ہے کہ حدیث حسن و موثق پر عمل نہیں کیا جائے گا اور جب ان پر عمل نہیں کیا جائے گا تو حدیث ضعیف پر بدرجہ اولی عمل نہیں کیا جائے گا، مگر اس کے باوجود کچھ اسباب کی وجہ سے بعض دوسرے شیعہ امامیہ کے علما نے اکثر کی مخالفت کرتے ہوئے حدیث حسن، بلکہ حدیث موثق، بلکہ حدیث ضعیف پر بھی عمل کیا۔　　　(جاری)

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

طارق انور مصباحی

{tariqueanwer313@gmail.com}

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الاعلیٰ وآلہ

حضور اقدس سرورکون ومکان ،پیغمبرآخرالزماں،آفتاب رسالت، ماہتاب نبوت،سیدناوسندناومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری کی بشارتیں حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد مسعود سے ہی دنیا میں گونج رہی تھیں۔آخرکار وہ یوم مسعود آہی گیا کہ کائنات عالم کوصدیوں سے جس کا انتظار تھا۔ساری دنیا خوشیوں سے سرشار ہوگئی۔اب چودہ سوسالوں سے زائد ہوچکے ہیں ،لیکن سارے جہاں میں امت مسلمہ ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کی خوشیاں صدیوں سے مناتے چلے آرہے ہیں۔

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعت شان رفعنا لک ذکرک دیکھے (اقبال)

ربیع مبارک کا چاند طلوع ہوتے ہی جھنڈیوں سے شاہراہیں سجادی جاتی ہیں۔جابجا''مرحبا شہرالحبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' کے بینرآویزاں کردیئے جاتے ہیں۔خطبائے اسلام سیرت مصطفویہ کی ورق گردانی میں مشغول،شعرائے گرامی مدح نبوی کے ردیف وقافیہ کی ترتیب میں منہمک ،اورعوام مسلمین گوش برآواز ہوجاتے ہیں۔ہرصغیر وکبیر جشن بہاراں کے دن ہاتھوں میں علم محبت لہراتے بشکل جلوس میلوں میل پیدل چل کرآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جلوہ گری کی خوشیاں مناتے ہیں ۔ ہرسال اپنے دامن میں ہزاروں مسرتیں لے کر یہ عید بہاراں آتی ہے ۔کائنات سج دھج کر روشن وتاباں ہوجاتی ہے۔ساری دنیا کے مومنین دربار اعظم میں خراج عقیدت ومحبت پیش کرتے ہیں۔ ہر بندۂ خدا، ذکر حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم میں رطب اللساں ،بلبل شاداں کی مثل چہکتا پھرتا ہے۔فرحت وسرور اور انبساط وشادمانی کی یہ نایاب ساعتیں ہردن کہاں آتیں؟ کہیں ایک دن اورکہیں بارہ دنوں تک جلوس نکالے جاتے ہیں۔خدا کی شان! ساری دنیا خوشیوں میں نہا جاتی ہے۔

کیا شان احمدی کا چمن میں ظہور ہے ﷺ
ہرگل میں ہرشجر میں محمد کا نور ہے

احباب الٰہی سے ہماری نسبتیں

دربار اعظم کے دریوزہ گروں کی کیفیت کچھ عجیب سی ہوتی ہے۔ ان کی غیرت وحمیت اوران کا عشق مستحکم کسی اورکی جانب انہیں متوجہ ہونے نہیں دیتا ، بلکہ دربار اعظم سے اس قدر برکات وحسنات کی بارشیں علی الدوام ہوتی رہتی ہیں کہ ان کے قلوب واذہان میں کسی اورکا خیال بھی نہیں گذرتا ،اورشاید دیگر درباروں میں انہیں الطاف خسروانہ سے سرفراز بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارے دعویٰ کی دلیل ماضی قریب کے معتمد ومستند فقیہ اور مجدد صدی چہاردہم کا درج ذیل قول ہے ۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمدرضا قادری نے تحریر فرمایا۔

''ظاہر ہے کہ ہرگلے را رنگ وبوئے دیگراست۔محبوبان خدا کے مقام متفاوت ہوتے ہیں اورافاضہ برکات میں ان کے احوال مختلف،اورمفیض ومستفیض میں کچھ نسبت خفیہ ہوتی ہے، جواسے معلوم نہیں کہ ان میں کس کے ساتھ حاصل ہے''۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۲ ص ۳۹۴: جامعہ نظامیہ لاہور)

حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ عظیم ہستی ہیں کہ ماوشما کی کیا حقیقت، تمام خلائق الٰہی دربار اعظم کے نیاز مند ہیں حتی کہ حضرات انبیاو مرسلین علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام بھی، دنیا وآخرت دونوں جہاں میں نیاز مند، پھر ہم جیسے بھکاریوں کا احتیاج تو لاکھوں گنا زیادہ ہوگا۔ پس یہ ایک عجمی گداگر کی سوغات عقیدت ہے اس عظیم داتا کے دربار اعظم میں، ماضی کے احسانات عظمیٰ پر شکر کثیر اور مستقبل کی نیک امیدوں کے ساتھ۔ ہماری دنیا ہو یا آخرت، دونوں جہاں آں پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احسان وعطا پر موقوف ہیں اور آج جو کچھ بھی خیرات وحسنات ہیں، تمام کے تمام اسی بحر کرم کی عطائیں ہیں: فالحمد للہ تعالیٰ اولاً وآخراً والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ وآلہ دائما سرمداً

کرم اے شہ عرب وعجم کہ کھڑے ہیں منتظر کرم
وہ گدا کہ جنہیں تو نے عطا کیا ہے دماغ سکندری (اقبال)

ملک ہند میں قافلہ سالاران عشق مصطفٰے علیہ التحیۃ والثنا

ہر مومن کامل عاشق رسول ہوتا ہے۔ ہاں، بعض عشاق ایسے بھی ہوئے کہ جن کے عشق ومحبت کو دیکھ کر قوم وملت نے عشق مصطفوی کو منزل مقصود بنالیا۔ انہیں پاکباز ہستیوں میں محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ)، خاتم الفلاسفہ حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی (۱۲۱۲ھ-۱۲۷۸ھ-۱۷۹۷ء-۱۸۶۱ء) اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ -۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء) ہیں۔ ان نفوس قدسیہ کے عشق نبوی کی خوشبو سے ہندوسندھ کی ساری فضا مشکبار ہوگئی۔ نہ جانے کتنے دلوں میں شمع عشق روشن ہوئی اور الحاد وبدمذہبیت کی ظلمت کافور ہوئی۔ ان حضرات عالیہ کی بعض وہ تحریریں نقل کی جاتی ہیں، جو مسلمانوں کو دربار رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قریب تر کردیتی ہیں۔

غبار راہ سے کہہ دو سنبھالے نقش قدم
زمانہ ڈھونڈے گا انہیں رہبری کے لیے

اے غلامان رسول ہاشمی! ایمان وعقائد کی درستگی کے ساتھ اپنے اعمال واخلاق کو سنوارنے میں لگ جاؤ۔ خاص کر اپنے قلب وذہن میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تصور جمائے رہو، درودوسلام کی کثرت کرو۔ ان شاءاللہ تعالیٰ تمہارا باطن روشن ہوتا چلا جائے گا۔

محقق علی الاطلاق

(۱) محقق علی الاطلاق، امام المحدثین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ) نے بحالت قیام تحفہ صلوٰۃ وسلام بدرگاہ سیدالانام علیہ الصلوٰۃ والسلام پیش کرنے کو ایک عظیم مقبول عمل بتاتے ہوئے رقم فرمایا:

''خداوندا! ہیچ عمل ندارم کہ شایستہ درگاہ تو بود۔ ہمہ بعلت نقصان معلول وبمفسدات نیت مشمول، جز یک عمل کہ ہر چند نسبت بایں جانب حقیر باشد ولیکن بذات پاک تو کہ بس عظیم وخطیر است۔ گرچہ اعمال بندگان ہمہ بہ نقصان وتقصیر موصوف است۔ اما زبان ادب است، تقصیر بآں عمل راضی نیست۔ آں عمل کدام است؟ قیام بندگان درحضرت حبیب تو باتحفہ صلوٰۃ وسلام برآں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بنعت تضرع وانکسار وافتقار۔ خداوندا! کدام موقف ومحل باشد کہ افاضہ خیر ونزول رحمت دروے زیادہ ازایں جا باشد؟ خداوندا! یقین صادق است کہ ایں عمل مقبول درگاہ تو خواہد بود، ورد وبطلان را بداں راہ نہ باشد ومن جاء ہذا الباب لایخشٰی علیہ الاستر دادابدا''۔

(اخبار الاخیار باب مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات ص ۳۲۰: نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور)

ترجمہ: یا اللہ! میرے پاس کوئی عمل ایسا نہیں، جو تیرے دربار کے لائق ہو۔ تمام اعمال خامی اور فساد نیت پر مشتمل ہیں، سوائے ایک

عمل کے کہ گرچہ اس کی نسبت مجھ حقیر کی جانب ہے، لیکن تیری ذات پاک کی رحمت کے سبب وہ شاندار اور عظیم ہے۔ گرچہ بندوں کے تمام اعمال خامی وکمی سے متصف ہوتے ہیں، لیکن زبان ادب ہے کہ اس عمل کو کمی سے متصف کرنے پر راضی نہیں۔ وہ کونسا عمل ہے؟ وہ تیرے بندوں کا تیرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں کھڑے ہوکر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تحفہ درود وسلام پیش کرنا ہے، انتہائی گریہ وزاری، عجز وانکساری اور محتاجگی و نیاز مندی کے ساتھ۔ یا اللہ! وہ کون سا مقام ومکاں ہوگا کہ وہاں خیر وبرکت کی عطا اور رحمت کا نزول اس مقام سے زیادہ ہو؟ یا خدا! سچا یقین ہے کہ یہ عمل تیری بارگاہ میں قبول ہوگا اور رد وعدم قبولیت کو اس جانب راہ نہ ملے گی، اور جو اس دروازہ سے آیا، کبھی بھی اس کی دعا کے رد ہونے کا خوف نہیں۔

توضیح: یہ فضیلت مجلس مولود کے قیام وسلام کے ساتھ خاص نہیں۔ دیوبندیوں نے اخبار الاخیار کے اردو ترجمے میں مجلس مولود کا اضافہ کردیا ہے۔ میں نے اصل فارسی عبارت اسی لیے نقل کردی، تاکہ اہل علم حقائق پر واقف ہوسکیں: واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) محقق علی الاطلاق حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ) نے تحریر فرمایا-"**ونعم الليلة افضل من ليلة القدر بلا شبهة–لان ليلة المولدة ليلة ظهوره صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم–وليلة القدر معطاة له–وما شرف بظهور ذاته المشرف من اجله اشرف مما شرف بسبب ما اعطيه–ولان ليلة القدر شرف بنزول الملئكة فيها وليلة المولد شرف بظهوره صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم–ولان ليلة القدر وقع التفضيل فيها علىٰ امة محمد صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم–وليلة المولد الشريف وقع التفضيل علىٰ سائر الموجودات–فهو الذى بعثه اللّٰه تعالىٰ رحمة للعٰلمين وعمت به نعمته علىٰ جميع الخلائق من اهل السموات والارضين**" (ماثبت بالسنہ ص ۸۷،۷۷: مطبع مجتبائی دہلی)

(ت) شب ولادت اقدس کیا ہی بہتر رات ہے کہ یہ رات بلاشبہہ شب قدر سے افضل ہے۔

(الف) اس لیے کہ شب ولادت مبارکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جلوہ گری کی رات ہے، اور جو شب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جلوہ گری کے سبب شرف وبزرگی پائی ہو، وہ اس سے افضل ہوگی جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا ہونے کے سبب شرف وکرامت پائی ہو۔

(ب) اور اس لیے کہ شب قدر، اس رات میں فرشتوں کے نزول کے سبب شرف وبزرگی والی ہوئی ہے، اور شب ولادت مبارکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظہور کے سبب افضل ہوئی۔

(ج) اور اس لیے کہ شب قدر میں امت محمدیہ پر فضل وکرم ہوا، اور شب ولادت اقدس میں تمام مخلوقات پر فضل وکرم ہوا، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ مقدس ذات ہیں کہ جنہیں رب تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وجہ سے آسمانوں اور زمینوں میں تمام مخلوقات پر نعمت کو عام فرمایا۔

خاتم الفلاسفہ

(۱) مجاہد آزادی امام اہل سنت خاتم الفلاسفہ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی (۱۲۱۲ھ-۱۲۷۸ھ-۱۷۹۷ء-۱۸۶۱ء) نے فرمایا کہ مجھے انگریزوں نے قید وبند میں ڈالا، کیونکہ میں ان سے محبت نہیں کرتا اور میں ان لوگوں سے کیسے محبت کرسکتا ہوں، جبکہ یہ لوگ ان سے محبت نہیں کرتے جو منشأ تخلیق کل جہاں ہیں: صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ علامہ خیرآبادی نے "قصائد فتنۃ الہند" کے قصیدہ ہمزیہ میں فرمایا۔

لَمْ اَقْتَرِفْ ذَنْبًا سِوَى اَنَّ لَيْسَ لِىْ مَـعَ هٰـؤُلَاءِ مَـوَدَّةٌ وَوَلَاءٌ

فَوَلَائُهُمْ كُفْرٌ بِنَصٍّ مُحْكَمٍ مَا فِيْهِ لِلْمَرْءِ الْمُحِقِّ مِرَاءٌ

كَيْفَ الْوَلَاءُ وَهُمْ اَعَادِىْ مَنْ لَهٗ خُلِقَ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ وَالْاِنْشَاءُ

هُوَ اَوَّلُ النُّوْرِ السَّنِىِّ تَبَلَّجَتْ بِضِيَائِهٖ فِى الْعَالَمِ الْاَضْوَاءُ

هُوَ اَوَّلُ الْاَنْبِيَاءِ آخِرُهُمْ بِهٖ خُتِمَ النُّبُوَّةُ وَابْتَدَا الْاِبْدَاءُ

(باغی ہندوستان، عبدالشاہد خاں شروانی ص ۳۰۹ - مکتبہ قادریہ لاہور)

ترجمہ: میرا قصور صرف یہ ہے کہ مجھے ان نصرانیوں سے محبت ودوستی نہیں، کیونکہ ان کی دوستی (قرآن کی) نص محکم کے اعتبار سے کفر ہے۔ اس مسئلہ میں حق پرست شخص کو کوئی اختلاف نہیں۔ بھلا ان نصاریٰ سے کیسی دوستی؟ جبکہ یہ لوگ اس ذات گرامی کے دشمن ہیں جن کے لیے آسمان وزمین بنائی گئی، اور جن کے لیے تمام تخلیق ہوئی۔ وہ عالی مرتبت نور اول ہیں جو دنیا میں چمکے اور انہی کی روشنی سے سارا عالم منور ہوا۔ وہ اول وآخر پیغمبر ہیں۔ انہیں پر نبوت ختم ہوئی اور انہیں سے اس کی ابتدا ہوئی تھی۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وبارک وسلم)

فلاسفہ مسلمین میں سب سے عظیم رتبہ ابونصر فارابی (۲۶۰ھ-۳۳۹ھ-۸۷۴ء-۹۵۰ء) اور شیخ بوعلی ابن سینا (۳۷۰ھ-۴۲۸ھ-۹۸۰ء-۱۰۳۷ء) کا ہے، اور یہ دونوں گمرہی میں مبتلا ہوئے۔ علامہ خیرآبادی کا رتبہ ان دونوں سے کچھ ہی کم ہوسکتا ہے، لیکن عالم اسلام کا یہ عظیم فلسفی نصاریٰ کے قریب صرف اس لیے نہ ہوسکا کہ نصاریٰ حضور اقدس تاجدار عرب وعجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمن ہیں اور دوست کا دشمن بھی دشمن ہوتا ہے۔ حیرت خود محو حیرت ہے کہ یہاں عشق وفلسفہ یکجا ہیں، ورنہ فلسفیانہ دل ودماغ محبت سے بعید تر ہوا کرتے ہیں۔

علامہ خیرآبادی مذہب وہابیہ کے بالمقابل ہندوستان میں ارباب تسنن کے قائد اول ہیں، اور جس طبقہ کا رہنمائے اول عشق مصطفوی میں ایسا کامل واکمل ہو، یقیناً ان کے متبعین میں بھی عشق نبوی کا جلوۂ زیبا نظر آئے گا اور ایسا ہی ہوا۔ عشق نبوی کا وہی جلوہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ-۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء) میں انتہائی آب وتاب کے ساتھ نظر آتا ہے، اور معاملہ بایں جا رسید کہ ہندو پاک کے سنی مسلمانوں نے ایک نعرہ ہی بنالیا: ''نبی کا جو غلام ہے، ہمارا وہ امام ہے''۔ یعنی اس قوم کا امام وہی ہوگا جو دربار رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں مقبول ہوگا، پس مسلمانان اہل سنت کی فکر ونظر کو صد ہزار سلام کہ ان کا انتخاب لاجواب اور دربار الٰہی عزوجل و دربار رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں قبولیت کے قابل ہے: فالحمد للہ علیٰ ذلک حمدا وافرا

(۲) علامہ خیرآبادی نے اپنی مشہور روزگار کتاب ''امتناع النظیر'' میں حمد ودرود کے بعد ہی جملہ اول اس طرح نقش برقرطاس فرمایا۔

''حالا دعویٰ می کنم کہ شخصے کہ برابر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم درکمالات باشد، ممتنع بالذات است''۔ (امتناع النظیر ص۱)

ترجمہ: اب میں دعویٰ کرتا ہوں کہ ایسا شخص جو کمالات میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر ہو، محال بالذات ہے۔

اسد اللہ خاں غالب (۱۷۹۷ء-۱۸۶۹ء) جو اردو زبان وادب اور اردو شاعری کا ایک مستحکم ستون تسلیم کیا جاتا ہے۔ گرچہ یہ شیعہ مسلک سے منسلک تھا، لیکن علامہ خیرآبادی کے علم وفضل کا معترف اور ان سے حد درجہ متأثر تھا۔ علامہ خیرآبادی کے نظریہ امتناع النظیر کو قبول کرتے ہوئے اس نے حضور اقدس تاجدار عرب وعجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان گرامی میں کہا تھا:

منفرد اندر کمال ذاتی است — لاجرم مثلش محال ذاتی است

ترجمہ: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے کمالات میں بے مثل وبے نظیر ہیں۔ یقیناً آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مماثل محال ذاتی ہے۔

امام اہل سنت

امام احمد رضا قادری (۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء) نے حب مصطفوی میں درجہ فرض کی تکمیل کے ساتھ حب اضافی کی راہ اپنائی، جیسا کہ عشاق مصطفٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طور مسلوک رہا ہے، اور انہیں دربار مصطفوی میں قبولیت بھی حاصل ہوئی، بلکہ عموماً ایسا ہی ہوتا ہے کہ جو کوئی بھی صحت عقائد وعمل اور تعظیم وادب کے ساتھ مسلسل تصور مصطفوی میں مستغرق رہا، دلائل الخیرات شریف، درود تاج یا کسی درود پاک کو وظیفہ روز وشب بنالیا، بفضلہ تعالیٰ وہ دربار رسالت میں قبولیت پالیا۔ آثار قبولیت وہ خود محسوس کرتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں میں قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ ہوگا جو دنیا میں مجھ پر سب سے زیادہ

درود بھیجتا ہے۔

﴿عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ خَادِمِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اَقْرَبَکُمْ مِنِّیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ اَکْثَرُکُمْ عَلَیَّ صَلَاۃً فِی الدُّنْیَا﴾ (شعب الایمان للبیہقی ج۳ص ۱۱۱)

دربار حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثنا میں امام احمد رضا قادری کی نظموں کو ساری دنیا میں سراہا گیا۔ایک نثری شہ پارہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے ،تاکہ آنجناب کے واردات قلبی کا ادراک ہو سکے۔رسالہ ''منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین'' کے خاتمہ میں تحریر فرمایا۔

''الحمدللہ کہ اس جواب کی ابتدا بھی حضوراقدس و اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک اور حضور پر درود سے ہوئی ،اور انتہا بھی حضور ہی کے نام محمود و درود مسعود پر ہوئی ۔امید ہے کہ مولیٰ عزوجل اس نام کریم وصلوٰۃ وتسلیم کی برکت سے قبول فرمائے ،اور انارت عیون وتنویر قلوب وتکفیر ذنوب وسلامت ایمان وامن وامان وتنعیم قبرونجات فی الحشر کا باعث بنائے :فانہ تعالیٰ بکرمہ یقبل الصلاتین وھو اکرم من ان یدع ما بینھما'' (منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین ص ۲۰۱)

مذہب اہل سنت و جماعت اور عشق رسول

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین حضور اقدس نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں انتہائی باادب تھے۔یہ ایک طویل باب ہے،اور اس کی معرفت بھی لازم ،کیونکہ وہی نفوس قدسیہ منازل عشق ومحبت ،بلکہ جملہ ابواب اسلام ومسائل شریعت میں اہل اسلام کے قائد ورہنما ہیں-اس کی حاجت نہیں کہ برادران اہل سنت وجماعت کو عشق مصطفوی کی ترغیب دی جائے ۔مذہب اہل سنت و جماعت کے خمیر میں عشق مصطفوی ومحبت نبوی جزولا ینفک کی مثل شامل وداخل ہے۔

ہماری پڑوسی جماعتیں اپنے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان اپنے اکابرین کو حجاب بنا چکی ہیں۔وہ پیر پرستی یا اکابر پرستی کے مرض مہلک میں مبتلا ہیں۔وہ اپنے مشائخ واکابرین کی طرفداری میں حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عظمت وشوکت کالحاظ نہیں کرتے ۔ان کے شیوخ واساتذہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بے ادبیاں اور بے توقیریاں صادر ہوئیں ۔حرمین طیبین اور عرب وعجم کے علمائے کرام ومشائخ عظام نے انہیں مرتد وخارج اسلام قرار دیا ،پھر بھی ان کے متبعین نے ان بے ادبوں سے رشتہ ناطہ نہیں توڑا ۔شاید کہ ان کے مطلوب ومقصود یہ مشائخ واکابرین ہی ہوں۔

اعلیٰ حضرت کے افکار ونظریات

مذہب اہل سنت وجماعت کے قائد ورہنما عاشق مصطفیٰ امام احمد رضا قادری نے تو ہمیں نوع بہ نوع طریقوں سے مطلوب ومقصود کا پتہ بتایا ۔ واسطہ کو انہوں نے واسطہ ہی سمجھا ۔دیابنہ کی طرح انہوں نے واسطہ کو حجاب نہیں بنایا۔مطلوب ومقصود کا تذکرہ نظم ونثر میں جابجا کیا اور صریح لفظوں میں مقصود سے آگاہ بھی کیا۔امام احمد رضا قادری منزل مطلوب کو بیان کرتے ہوئے یوں نغمہ طراز ہوئے۔

جان ودل ہوش وخرد سب تو مدینے پہنچے
کیوں نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

اغیار نے گنگوہ وتھانہ ،انبیٹھہ ونانوتہ ،نجد وقادیان کو منزل مقصود تسلیم کرلیا۔یہ نہ سمجھ سکے کہ ندیوں اور نہروں کا کوئی منبع ومرجع اور سرچشمہ ہوتا ہے،پس اس بحر اعظم کی تلاش کی جائے ،اور یہ بھی تفتیش کی جائے کہ ان نہروں کا سلسلہ اسی بحر اعظم سے جاملتا ہے،یا کہیں اور چلا جاتا ہے؟ وہابیہ کے یہاں بھی عشق رسول کا چرچا ہوتا ہے،لیکن وہ زبانی جمع خرچ تک محدود ہے،اور حقیقت اس کے برعکس ہے۔ درحقیقت عشق مصطفوی اور حب نبوی ہی دنیا وآخرت کی تمام کامرانیوں کا واحد اور مجرب سرچشمہ ہے۔امام احمد رضا قادری حد درجہ ہوش مند تھے کہ خود کو دربار رسالت سے منسلک کرلیے۔آنجناب کا مادی پیکر تو ہند میں رہا کرتا ،لیکن ان کی روح ہمہ دم دربار

مصطفوی کی جاروب کشی میں منہمک رہتی۔ان کا قلب تصور نبوی میں مستغرق رہتا۔آپ تعظیم مصطفوی وعشق محمدی کے پیکر مجسم تھے ۔ وہ بے نظیر فقیہ اورعلم وفضل کے بحر ناپیدا کنار تھے ،لیکن ان کا عشق رسول ان کے علم وفضل پر غالب تھا۔اپنی باطنی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ارے اے خدا کے بندو! کوئی میرے دل کو ڈھونڈو
میرے پاس تھا ابھی تو ابھی کیا ہوا خدایا: نہ کوئی گیا، نہ آیا
ہمیں اے رضا تیرے دل کا پتہ چلا بمشکل
درروضہ کے مقابل وہ ہمیں نظر تو آیا: یہ نہ پوچھ کیسا پایا

استاذ شریعت یا شیخ طریقت واسطہ ووسیلہ ہیں، اصل مقصود نہیں ۔اصل مقصود کے ماسوا سے ربط وتعلق اور اشتغال بھی اسی قدر ہو، نہ کہ مقصود اصلی کے برابر۔دیکھو! غلام مصطفٰے نے کہا کہ اصل مقصود محمد مصطفٰے ہیں: صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

انھیں جانا انھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
لِلّٰہِ الْحَمْدُ میں دنیا سے مسلمان گیا

اس شعر کا ہرگز یہ مفہوم نہیں کہ حضور اقدس تاجدار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ مخلوقات میں کسی فرد سے اعلیٰ حضرت کا کچھ تعلق ہی نہیں تھا ۔ان کی تصانیف وتالیفات میں حضرات خلفائے راشدین ،امہات المومنین ،صحابہ وتابعین ،ائمہ مجتہدین ،اولیاو صالحین ،علمائے کرام واہل اسلام سے کے آداب وتوقیر اوران تمام سے حسن سلوک کی ہدایات وتوضیحات جابجا موجود ہیں ۔احباب الٰہی اور معظمین اسلام سے محبت وتعظیم کی تعلیمات سے ان کی تحریریں بھری پڑی ہیں ۔اس شعر کا مفہوم یہ ہے کہ ان تمام میں کوئی مقصود اصلی نہیں ، بلکہ مقصود اصلی حضور اقدس سرورکائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے،اور جو یہاں رسائی پالیا، وہ دربار الٰہی میں بھی قبولیت پالیا، جیسا کہ فرمایا:

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں وہ وہاں نہیں

ارشاد الٰہی ہے:﴿اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾ (سورہ آل عمران: آیت ۳۱)

ترجمہ:اگرتم اللہ کودوست رکھتے ہوتو میرے فرماں بردار ہوجاؤ،اللہ تمہیں دوست رکھے گا اورتمہارے گناہ بخش دے گا۔(کنزالایمان)

مصرعہ دوم ’’للّٰہ الحمد: دنیا سے مسلمان گیا‘‘ کا مفہوم یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک ’’لَايُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ‘‘ (بخاری ج ا،مسلم ج ا) کے مطابق قائل نے سب سے زیادہ محبت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے رکھی ،اب بفرمان نبوی وہ ’’ کامل الایمان ‘‘ ہوئے ،اور یہ کیفیت چندمہینوں یاچندسالوں تک محدود نہ رہی، بلکہ عالم آخرت کا سفر اختیار فرمانے تک بھی یہی کیفیت قائم رہی ۔اب وہ بحکم حدیث مصطفوی کامل الایمان ہوکر دنیا سے رخصت ہوئے۔

اصل مقصود اور توابع میں فرق پہچانو!

کلمہ اسلام ہے: ’’لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ‘‘ (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)، یعنی ہم نے اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود مان لیا اور حضور اقدس رسول عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا رسول مان لیا تو ہم مومن ہوگئے ۔اب ان دونوں کی طاعت ومحبت اورادب وتعظیم ہم پر لازم ہوگئی۔ان دونوں کے علاوہ کسی کی طاعت یا محبت وتعظیم محض ان دونوں کے حکم واذن پر موقوف ہے، پس وہ تمام امور ایمان باللہ وایمان بالرسول کی فرع ہیں،اسی طرح اللہ ورسول اصل مقصود اور باقی تمام مقصود کے توابع ہیں،مثلاً حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی سنتوں پر عمل صرف اس وجہ سے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان حضرات عالیہ کی سنتوں پر عمل کا حکم فرمایا۔

حدیث نبوی میں ہے۔’’عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ‘‘ (سنن ابن ماجہ ج اص ۱۵: مکتبہ شاملہ)

حضرات اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے اس

لیے محبت کرتے ہیں کہ خداورسول نے ہمیں ایسا ہی حکم فرمایا۔

﴿قُلْ لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی﴾ (سورہ شوریٰ: آیت ۲۳)

ترجمہ: تم فرماؤ: میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔ (کنزالایمان)

کعبہ مقدسہ کو ہم اس لیے قبلہ مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے قبلہ بنایا۔ جب کبھی بیت المقدس کو ہمارے لیے قبلہ قرار دیا گیا تھا تو ہم بیت المقدس کا رخ کر کے نمازیں ادا کرتے تھے۔ اسلام کے اسی اصول کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے بیان فرمایا تھا کہ اگر حضور سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو میں بھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔

"عَنْ عُمَرَ اَنَّہٗ جَاءَ اِلَی الْحَجَرِ فَقَبَّلَہٗ فَقَالَ: اِنِّیْ اَعْلَمُ اَنَّکَ حَجَرٌ لَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ وَلَوْلَا اَنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَبِّلُکَ،مَا قَبَّلْتُکَ" (سنن ابی داؤد ج۲ص۱۱۴،سنن نسائی ج۵ص۲۲۷،مسند احمد ج۱ص۳۵۴)

ترجمہ: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجر اسود کے پاس آئے، پھر اسے بوسہ دیئے اور فرمائے کہ مجھے معلوم ہے کہ تو ایک پتھر ہے، تو نہ نفع دے سکتا ہے، نہ نقصان۔ اگر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔

اسی طرح علمائے کرام واولیائے عظام وجملہ معظمین اسلام سے محبت وعقیدت بھی ایمان ہی کی فرع ہے۔ اب اگر ان میں سے کوئی ایمان کی راہ سے جدا ہو گیا تو وہ اس حکم سے جدا قرار پائے گا۔ مجدد ملت بیضا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کی "تمہید ایمان بآیات قرآن" مکمل پڑھو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آنکھیں روشن اور قلب منور ہو جائے گا۔ اگر خدا توفیق دے تو یہی ایک رسالہ زندگی سنوارنے کو کافی ہوگا۔

مذہب اسلام انسانی زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہے۔ ارشاد الٰہی ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ (سورہ مائدہ: آیت ۳) کا مفہوم یہی ہے کہ اسلام میں ہر ایک مسئلہ کا حکم بیان کر دیا گیا ہے۔ بعض احکام کا بیان صریح لفظوں میں وارد ہوا، اور بعض احکام کا بیان، قرآن وحدیث میں بیان کردہ اصول وضوابط میں موجود ہے، اور احکام خداوندی کا بیان اس لیے ہوا کہ ایک مومن کی زندگی کا ہر ایک عمل خداورسول کے احکام کے تابع ہو، خواہ وہ عمل حقوق اللہ سے متعلق ہو، یا حقوق العباد سے تعلق رکھتا ہو۔ بعض امور عام عقلوں کے لیے ناقابل فہم تھے تو حضرات ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو قوت فہم عطا کی گئی، اور انہوں نے خداورسول کے احکام کو مہذب کر کے قوم مسلم کو پیش کیا۔ آج تک فقہائے اسلام ان مجتہدین کے اصول پر احکام بیان کر رہے ہیں۔

ایک مومن کی زندگی احکام خداورسول کے دائرہ میں محدود ہے۔ ایک مومن اپنی مرضی سے نہ کسی سے دوستی رکھ سکتا ہے، نہ کسی سے دشمنی۔ تمام دوستی ودشمنی کے لیے اللہ ورسول کے بیان کردہ احکام کو دیکھنا ہوگا، پس اہل اسلام سے ربط وتعلق حکم خداورسول کے تابع قرار پایا۔ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ (دوستی اللہ کے لیے اور دشمنی اللہ کے لیے) کا مفہوم یہی ہے۔ اب اگر بندۂ مومن حکم شرع کے برخلاف کسی سے دوستی رکھتا ہے تو یہ دوستی حب الٰہی اور حب نبوی کی فرع نہیں ہو سکتی، اور جب کوئی مومن کسی سے حکم شرع کے مطابق محبت رکھے گا تو وہ حب خداورسول کی فرع ہوگی۔ حضرات خلفائے راشدین، صحابہ کرام، علما وصالحین وجملہ مومنین کی محبت "حب خداورسول" کی فرع ہے۔

اولیائے کرام وعلمائے اسلام توابع ہیں: اصل مقصود نہیں

اصل الاصول من کل الوجوہ رب تعالیٰ کی ذات اقدس ہے، اور اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے اپنے برگزیدہ پیغمبروں کو مبعوث فرمایا، پس ہر امت کے لیے مخلوقات میں سے اصل

اس کے پیغمبر قرار پائے، اور ان ہی دو مقدس ذاتوں کا کلمہ پڑھا جاتا ہے۔ تمام آسمانی مذاہب میں اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ جاری رہا۔ کسی آسمانی مذہب میں داخل ہونے کے لیے جن کا کلمہ پڑھا جائے، وہی اس مذہب کے اصل ہوتے ہیں۔ آمد اسلام کے بعد تمام آسمانی مذاہب منسوخ ہو گئے۔ اب قیامت تک کے لیے مخلوقات میں اصل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس قرار پائی، پس اللہ تعالیٰ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مذہب اسلام میں اصل ہیں، باقی سب توابع۔

مسلمانو! کلمہ اسلام سے صاف ظاہر ہے کہ ہمارے مطلوب حقیقی و مقصود اصلی اللہ عزوجل اور ''حبیب کبریا'' ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔ رب تعالیٰ نے اپنی معرفت کے لیے حضرات انبیا و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا کہ بندگان الٰہی ان نفوس قدسیہ سے ربط و تعلق پیدا کریں، وہ جیسا حکم دیں، عمل کریں۔ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تک رسائی پا جانے والا رب تعالیٰ تک رسائی پالیا، یعنی بالواسطہ رسائی پالیا۔ اب ان بندگان الٰہی میں جو منصب ولایت سے سرفراز ہوں گے، ان کو بھی پیغمبران خدا کے وسیلے سے ہی معرفت الٰہی حاصل ہوگی، یعنی ہر امتی کو اپنے پیغمبر کے توسل سے حاصل ہوگی، اور جو بلا توسل پیغمبر، معرفت الٰہی کے حصول کا دعویٰ کرے، وہ جھوٹا ہے۔

مسلمانو! رب تعالیٰ تک رسائی کے لیے وسیلہ لازم ہے۔ ارشاد ربانی ﴿وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ﴾ (سورہ مائدہ: آیت ۳۵) کا یہی مفہوم ہے۔ ہر امت کے لیے اس کے نبی وسیلہ ہوتے ہیں، پس یہ ممکن نہیں کہ کوئی غوث وقطب کسی محمدی کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ کے بغیر رب تعالیٰ تک پہونچا دے۔ تمام سلاسل طریقت قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ وغیرہ سب کا منتہیٰ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ بیعت کے لیے اتصال سند کا مطلب سلسلہ کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل ہونا ہے۔

کمالات باطنی کے لیے پیغمبر کا واسطہ

رب تعالیٰ احکم الحاکمین ہے، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق اور خلیفہ ہیں۔ کائنات کی تدبیر وتکوین کے لیے رب تعالیٰ کا ایک مستقل نظام ہے۔ کارکنان قدرت میں متعدد قسم کی مخلوقات شامل ہیں۔ کائنات کی ہر ایک شئ پر اللہ تعالیٰ کی حکومت نافذ ہے، اور ان تمام پر آں پیغمبر اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خلافت قائم ہے۔ سالکین و عارفین کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار اعظم سے ہی کمالات باطنی عطا ہوتے ہیں۔ تصوف وطریقت کی کتابوں میں اس کا تفصیلی بیان موجود ہے، بلکہ کائنات عالم میں جس کو جو کچھ نعمتیں ملتی ہیں، وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک سے ہی ملتی ہیں۔ حدیث نبوی ''اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ یُعْطِیْ'' (صحیح البخاری جلد اول باب العلم) سے چمکتے سورج کی مثل عیاں ہے کہ ساری نعمتیں دربار رسالت مآب علیہ التحیۃ والثنا سے تقسیم ہوتی ہیں۔ عذاب سے نجات کے لیے بھی دربار اعظم میں حاضر ہونے کا حکم آیا۔ ارشاد ربانی ''جَاؤُوْکَ'' اس پر روشن دلیل ہے۔ گرچہ دنیاوی نعمتوں کے لیے ایمان کی شرط نہیں، لیکن باطنی نعمتیں اسی دربار اعظم سے بقدر ربط وعشق عطا کی جاتی ہیں۔

مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی (۹۷۱ھ-۱۰۳۴ھ) نے تحریر فرمایا۔ ''آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام می فرماید ''مَا صَبَّ اللّٰهُ شَیْئًا فِیْ صَدْرِیْ اَلَّاوَقَدْ صَبَّبْتُهٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ''۔ ہر چند مناسبت بیش تر، فوائد صحبت افزوں تر، لہٰذا صدیق از جمیع اصحاب افضل گشت، و ہیچ یکے از آنہا بمرتبہ او نرسید۔ چہ مناسبت باآں سرور از ہمہ بیشتر داشت۔ قال علیہ السلام:

﴿مَا فُضِّلَ اَبُوْبَکْرٍ بِکَثْرَةِ الصَّلٰوةِ وَلَابِکَثْرَةِ الصِّیَامِ وَلٰکِنْ شَیْءٌ وُقِّرَ فِیْ قَلْبِهٖ﴾

علماء گفتہ اند کہ آں شئ حب پیغمبر است صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و الفناء فیہ"۔

(تائید اہل سنت از مجدد الف ثانی ص ۲۸- استنبول ترکی)

〈ت〉 حضور اقدس سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے جو کچھ میرے سینے میں القا فرمایا، میں نے ان کو ابو بکر صدیق کے سینے میں القا کر دیا ہے۔ مناسبت جتنی زیادہ ہوگی صحبت کے فوائد زائد تر ہوں گے۔ اسی (مناسبت) کی وجہ سے صدیق اکبر تمام صحابہ سے افضل ہوئے، اور صحابہ کرام میں سے کوئی ان کے رتبے کو نہ پہونچے، کیونکہ صدیق اکبر تمام صحابہ کرام کی بہ نسبت حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت زیادہ مناسبت رکھتے تھے۔ حضور اقدس سید کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابو بکر صدیق کو کثرت نماز وکثرت روزہ کی وجہ سے فضیلت نہیں ملی، بلکہ اس چیز کی وجہ سے جو ان کے قلب میں ڈالی گئی۔ علما فرماتے ہیں کہ وہ چیز حب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور فنا فی الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔

توضیح: حضرات انبیا ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام بنی آدم میں سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ انھیں یہ رتبہ علیا حب مصطفوی کے سبب ملا۔ حضرت تاجدار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صراحت فرمادی کہ صوم وصلوٰۃ کی وجہ سے یہ درجہ نہ ملا، پھر بددین وملحدین کس منہ سے راگ الاپتے ہیں کہ رسول ہماری طرح بشر ہیں۔ حاشا وکلا! میرے حبیب وہ بشر ہیں کہ جن سے محبت کرنے والا "افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق" کے رتبہ عظمیٰ سے سرفراز ہوا، اور تنقیص شان کرنے والے جہنم کے درک اسفل میں گر پڑے۔

فضیلت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث کی تخریج حافظ محمد بن ابراہیم کلاباذی (م ۳۸۰ھ) نے "معانی الاخبار" (ج ۱ص ۲۸۰) میں اور امام ابن اثیر جزری شافعی (۵۴۴ھ- ۶۰۶ھ) نے "النہایۃ فی غریب الاثر" (ج ۵ص ۴۷۴) میں کی ہے۔

دربار اعظم سے ربط وتعلق

مختلف قسم کی نعمتوں کے حصول کے لیے دربار اعظم میں مختلف کیفیتوں کے ساتھ حاضری منقول ہوئی ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت (جلد دوم :تکملہ) میں دربار اعظم کی حاضری وملازمت اور ربط وتعلق کی دو قسمیں بیان فرمائی (۱) تعلق صوری (۲) تعلق معنوی۔ پھر شیخ محدث نے ہر ایک کی دو قسم بتائی، اس طرح کل چار قسمیں ہوئیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ تعلق بالرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چاروں قسموں کی تفصیل قابل فہم عبارتوں کے ساتھ جشن معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر مرقوم ہوگی۔

واضح رہے کہ آپ جس دربار سے منسلک ہونا چاہتے ہوں، اس کے آداب وقوانین سے واقف وآشنا ہونا لازم ہے۔ اسی طرح دربار اعظم کے آداب، اصول وضوابط، عشق مصطفوی کے لوازم وشرائط سے واقف ہونا بھی لازم ہے، تاکہ کوئی عمل خلاف شرع نہ ہو سکے۔ قاضی عیاض مالکی (۴۷۶ھ-۵۴۴ھ) کی کتاب الشفا، علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب "مدارج النبوت"، علامہ فضل رسول بدایونی (۱۲۱۳ھ-۱۲۸۹ھ) کی کتاب "المعتقد المنتقد"، امام احمد رضا قادری کا حاشیہ "المعتمد المستند" ودیگر علمائے اسلام کی کتابیں اس باب میں بصیرت افروز ثابت ہوں گی۔ یہ تمام کتابیں علمائے اسلام کے نزدیک معتمد ومستند ہیں۔ ان کتابوں کو اپنا رہبر ورہنما بنا کر آگے بڑھیں۔

ہر کہ عشق مصطفٰے سامان اوست
بحر وبر در گوشہ دامان اوست

(اقبال)

☆☆☆

سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

از: مولانا حسان المصطفیٰ قادری امجدی: جامعہ امجدیہ رضویہ (گھوسی)

عشق ایک عجیب سے جذبہ کا نام ہے۔ عشق ومحبت کی بہت سی بے مثال کہانیاں ہم نے پڑھی اور سنی ہیں۔ بازار مصر کے خریدار بھی دیکھے ہیں، حسن یوسف پہ مصر کی عورتوں کی بے خودی بھی دیکھی ہے، مگر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں کے حالات، ان کے مصائب ومشکلات، اپنی ہزار جانیں سولی پر چڑھانے کو تیار، لیکن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے اقدس میں ایک کانٹے کی چبھن بھی گوارانہ کرنا رہتی دنیا تک کی مخلوق کے لیے ایک مثال ہے۔ میرے امام نے کہا تھا:

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردان عرب

عشق رسول میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مصائب وآلام اور نام رسول پران کا جذبہ ایثار وقربانی کا مطالعہ کریں تو ذہن وفکران کے جذبہ عشق میں محو ہوجاتا ہے، قلم خاموش اور زبانیں گنگ ہوجاتی ہیں۔اور ذہن کے دریچے سے یہی آواز آتی ہے:

وہ صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں
اب دیکھنے کوجن کے آنکھیں ترستیاں ہیں۔

تاریخ کے صفحات پرعشق ومحبت کا نایاب اور حسین باب کہیں نظر آتا ہے تو وہ ''حیاۃ الصحابہ'' کا باب ہے۔عشق صادق کیا ہوتا ہے؟ انہیں عاشقوں نے ہمیں بتایا ہے۔انہیں کی محبت نے ہمیں حقیقی محبت کا علم دیا ہے۔عشق رسول میں اپنا سب کچھ لٹادیا، مارے گئے، کاٹے گئے، جلائے گئے، سولیوں پر چڑھائے گئے، لیکن عشق رسول کے دامن کوداغدار نہ کیا۔ یہ عشق رسول ہی تھا جس نے حضرت بلال کو دہکتی ہوئی زمین پر بھی اف نہ کہنے کا حوصلہ دیا۔حضرت سمیہ اور حضرت یاسر رضی اللہ عنہما کے خون کا ہر ہر قطرہ عشق حقیقی کا اعلان کررہا ہے۔ یہ حضرت عمار کے والدین تھے، نا قابل بیان اذیتیں برداشت کر کے راہ عشق میں جاں نثاری کا جذبہ اسی عشق رسول نے انہیں عطا کیا تھا۔ اسلام کی بنیاد سب سے پہلے انہیں کے خون سے لالہ زار ہوئی۔

حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوسولی پر چڑھایا گیا، ہاتھوں میں لوہے کی کیل ٹھونک دی گئی۔ایسے عالم میں بھی آپ کا آخری جملہ یہ تھا: یارب ذوالجلال! کوئی ایسا شخص ہوتا جورسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو میراالوداعی سلام پہنچا دیتا۔کیا یہ الفاظ آپ کے عشق کی سچائی کی گواہی نہیں دے رہے ہیں؟ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے دہکتے ہوئے انگاروں پر لیٹنا گوارہ کیا، لیکن محبوب کا دیا ہوا درس محبت فراموش نہ کیا۔خود فرماتے ہیں کہ میری پیٹھ سے اتنی چربی پگھلی کہ دہکتے ہوئے کوئلے بجھ گئے اور مجھ پر گھنٹوں بے ہوشی طاری رہی، مگر رب کعبہ کی قسم! جب مجھے ہوش آیا تو سب سے پہلے میری زبان سے کلمہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نکلا۔

حضرت عمار بن یاسر کی پیٹھ پر کوڑے برسائے گئے، جلتے ہوئے کوئلوں پرلٹایا گیا۔ایسی بے انتہا اذیتوں کے باوجود بھی آپ عشق رسول میں سرشار رہے۔اثنائے ظلم ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا، حضور کو دیکھتے ہی آپ کی زبان سے بے اختیار ''یا رسول اللہ!'' کی کربناک صدا بلند ہوئی۔حضرت عمار کی یہ دردناک حالت دیکھ کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک بھی صدمات

سے چھلنی ہوگیا۔آپ نے فرمایا:''یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَسَلٰمًا عَلٰی عَـمَّـارٍ کَمَا کُنْتِ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ ''یعنی اے آگ تو عمار پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوجا جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہوئی تھی۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمار سے اس قدر محبت فرماتے تھے کہ اپنا دست شفقت آپ کے زخموں پر پھیرتے ہوئے فرماتے تھے کہ عمار طیب ومطیب یعنی پاکیزہ اور خوشبودار ہے۔

یہ جذبۂ عشق ہی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق زہریلے سانپ کا ڈنک برداشت کررہے ہیں،لیکن پاوں کو جنبش تک دینا گوارا نہیں کر رہے ہیں کہ کہیں محبوب کی آنکھ نہ کھل جائے۔حضرت عمر ایک کلمہ پڑھنے والے منافق کا سر تن سے جدا کررہے ہیں، یہ جرأت بھی عشق رسول ہی نے بخشی تھی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار نے ایک کلمہ پڑھنے والے کا قتل کیا تھا۔لوگ طرح طرح کی باتیں کررہے تھے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ عمر کی تلوار کسی مومن پر وار کرہی نہیں سکتی۔روح الامین آیت لے کر آگئے:''فلاوربک لایومنون حتیٰ یحکموک فیما شجر بیــــنھــــم ''یعنی آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ مومن ہو ہی نہیں سکتے ،جب تک کہ اے محبوب آپ کو حکم نہ مانیں اور آپ کا فیصلہ تسلیم نہ کرلیں۔

ایک صحابیہ ہیں جو عشق رسول اور دین رسول کے لیے اپنے باپ، بیٹے اور شوہر کی موت کی بھی پرواہ نہیں کرتیں،بس فکر ہے تو رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی۔انہیں بتایا گیا کہ آپ کے باپ ، بھائی اور شوہر راہ خدا میں شہید ہوگئے ہیں، کچھ رنج وغم نہ ہوا۔پوچھتی رہیں کہ میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ جان کائنات کیسے ہیں؟ فخر موجودات کیسے ہیں؟ جب بتایا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بخیر وعافیت ہیں۔کہنے لگیں کہ مجھے حضور کو دکھادو۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی بے تابانہ آپ کا کپڑا پکڑ کر کہتی ہیں۔''کــل مـصیبة بـعـدک جلل '' آپ کے ہوتے ہوئے ہر مصیبت ہیچ ہے۔زبانی عشق کا دعویٰ کرنے والو! کیا عشق حقیقی کی ایسی مثال دنیا میں کہیں دیکھی ہے۔

عشق رسول ایک ایسا جام ہے جس نے بھی پی لیا ہے،خود کو رسول اور دین رسول پر قربان کردیا ہے۔جذبۂ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم دیکھنا ہے تو آیئے مکہ کی سرزمین کا رخ کرتے ہیں۔اسلام کے ابتدائی ایام ہیں۔مسلمانوں کی تعداد اڑتالیس تک پہنچ گئی ہے۔حضرت ابوبکر صدیق بارگاہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم میں آتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ!صلی اللہ علیہ وسلم۔اب کھلم کھلا اور علی الاعلان اسلام کی تبلیغ کی جائے۔آپ کے اصرار پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی بات قبول کرلی اور تمام صحابہ کو لے کر مسجد حرام شریف میں تشریف لے گئے۔حضرت ابوبکر صدیق نے تبلیغی خطبہ دیا ۔اسلام میں پڑھا گیا یہ سب سے پہلا خطبہ تھا۔خطبہ کا شروع ہونا تھا کہ کفار ومشرکین مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔حضرت ابوبکر صدیق کو اس قدر مارا گیا کہ چہرۂ مبارک خون میں شرابور ہوگیا۔ناک ،کان سب خون آلود ہوگئے۔پاؤں سے مارا، جوتوں سے روندا،ظلم کی انتہا کردی ۔آپ اس قدر لہولہان ہوئے کہ پہچانے نہ جاتے تھے ۔شدت ظلم سے بے ہوش ہوگئے۔آپ کے قبیلے''بنوتیم'' کو خبر ہوئی تو وہاں سے اٹھالائے۔

سب کو یقین ہوچلا تھا کہ حضرت ابوبکر اس وحشیانہ حملہ سے زندہ نہ بچ سکیں گے۔شام تک بے ہوش رہے، بولنے سمجھنے پر قادر نہ ہوئے۔شام کو آوازیں دینے پر بولے تو سب سے پہلا یہ لفظ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ قبیلہ والوں نے ملامت کی۔کہنے لگے کہ دن بھر موت کے منہ میں رہنے کے بعد بات بھی کی تو وہی حضور کی بات ،ان ہی کی لے،انہیں کا عشق۔لوگ پاس سے اٹھ کر چلے گئے اور آپ کی والدہ ام خیر سے کہہ گئے کہ ان کے کھانے پینے کا انتظام کریں۔آپ نے کھانے کا انتظام کیا اور کھانے پر اصرار کیا،مگر حضرت ابوبکر کی وہی صدا تھی کہ حضور کا حال کیسا ہے؟ حضور پر کیا گذری ؟ آپ کی والدہ نے فرمایا کہ مجھے تو خبر نہیں ۔حضرت ابوبکر نے کہا کہ حضرت عمر کی بہن سے جاکر دریافت کریں۔

حضرت عمر کی بہن حضرت ابوبکر کی والدہ کے ساتھ آپ کے گھر تشریف لے آئیں اور آپ کی حالت زار دیکھ کر بے تحاشہ رونے لگیں۔حضرت ابوبکر نے پوچھا کہ حضور کا کیا حال ہے؟ اور اس وقت کہاں تشریف فرما ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضور ارقم کے گھر ہیں ۔آپ نے فرمایا: رب کعبہ کی قسم اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گا ،نہ پیوں گا، جب تک رسول اللہ کی زیارت نہ کرلوں۔ جب رات کا کافی حصہ گذر گیا ، تو آپ کی والدہ آپ کو لے کر ارقم کے گھر حضور کی خدمت میں پہنچیں۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جیسے ہی حضور کو دیکھا، آپ سے لپٹ کر رونے لگے،حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی لپٹ کر روئے۔حضرت ابو بکر کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی ۔تمام مسلمان بھی لپٹ کر زاروقطار رونے لگے۔(ملخصا)

ابتدائے اسلام میں صحابہ کرام نے عشق رسول میں اس طرح کی نہ جانے کتنی تکلیفیں مشقتیں برداشت کیں، مگر چراغ عشق رسول کی لو کو مدھم نہ ہونے دیا۔صحابۂ کرام کے عشق ومحبت کی داستان تو بڑی طویل،کرب انگیز اور دردناک ہے۔ بقول شاعر:

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

اس مختصر سے مضمون میں ہم نے رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابۂ عظام کے عشق ومحبت کی ایک مختصر سی جھلک پیش کی ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابۂ کرام کی محبت اور جاں نثاری ہمارے لیے نمونۂ عمل اور مشعل راہ ہے۔آج کے اس پرفتن دور میں ہم پر لازم ہے کہ صحابۂ کرام کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کریں، آپ کے فرامین پر عمل کریں، ناموس رسالت پر اپنا تن من دھن سب قربان کردیں ۔عشق رسول کو اپنے دل میں بسائیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے اپنے ذہن وفکر کو منور کریں۔ ہمارا چلنا پھرنا، بولنا سننا، ہمارے اخلاق واطوار، طرز حیات سب کچھ عشق رسول اور سنت رسول کے سانچے میں ہو۔

عشق رسول ہوگا تو فرمان خداوندی کی بجا آوری ہوگی۔سنت رسول کی پیروی ہوگی ۔صحابہ کرام ،تابعین عظام کی محبت ہوگی ،ائمہ مجتہدین ،اولیاے کاملین سے عقیدت ہوگی۔اکابرین وعلمائے دین کی الفت اوران کا ادب ولحاظ ہوگا۔آج ضرورت ہے کہ ہم صحابہ کرام کے طرز حیات کو اپنائیں۔صحابہ کرام کے حالات وواقعات کا عمیق نظروں سے مطالعہ کریں،ان کے عشق رسول کو اپنی چشم تصور سے مشاہدہ کریں۔اورفرمان رسول **"اصحابی کالنجوم فبایهم اقتدیتم اهدیتم"** پر عمل کرتے ہوئے دین ودنیا میں فلاح وظفر سے ہمکنار ہوں۔رب تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صحابہ کرام کا جذبۂ عشق عطا فرمائے ،سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت والفت سے سرفراز فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین۔

نوٹ: یہ مضمون "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عشق رسول" (مصنف: محمد اکرم رضوی) کے مطالعہ سے لکھی گئی ہے۔تفصیل اور حوالے کے لیے اس کتاب کی طرف رجوع کریں۔

اعلان

جوحضرات اپنی تحریر اس رسالے میں شائع کرانا چاہیں وہ کمپوز کراکے بھیجیں تو من وعن شائع کرنے میں آسانی ہوگی۔

کچھ لوگ اپنے مضامین جس ماہ میں طبع کرانا چاہتے ہیں اسی ماہ کے شروع میں بھیجتے ہیں جب کہ اس سے ایک ماہ قبل رسالہ تیار ہوتا ہے یعنی جنوری کا شمارہ دسمبر میں تیار کیا جاتا ہے لہٰذا اس کے لیے کوئی تحریر نومبر کے آخر یا دسمبر کے شروع میں موصول ہوئی تب ہی شامل ہوسکتی ہے۔لہٰذا مضمون نگار حضرات اس کا لحاظ رکھیں۔

کچھ تحریریں ایسی موصول ہوتی ہیں جو لائق اشاعت ہوتی ہیں لیکن دیر ہوجانے کے سبب بے محل ہوجاتی ہیں اس لیے شامل نہیں ہو پاتیں، لہٰذا اس کا بھی لحاظ رکھیں:

مضامین اس پتے پر ای میل کریں:

Paighameshariat@gmail.com

خضر راہ

آئینہ: ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) پر بے لاگ تبصرہ

از: نعمان احمد حنفی (پٹنہ)

ماہنامہ پیغام شریعت شمارہ جولائی ۲۰۱۷ء

''پیرس کے ماحولیاتی معاہدے کا پس منظر اور پیش منظر'' کے عنوان سے اس بار اداریہ لکھا گیا ہے۔ ابتدائی پندرہ سطریں جن میں کائنات کے پر کیف مناظر اور اس کے جمالیاتی حسن پر روشنی ڈالی گئی ہے، اپنی شگفتہ بیانی، لطافت اور پر شکوہ تراکیب کی وجہ سے ادبی ذوق کی تسکین کا سامان فراہم کر رہی ہے۔ پیرس ماحولیاتی معاہدہ اور ہندوستان کے حوالے سے صدر امریکہ ڈونلڈ ٹرمپ کا رویہ بڑا مایوس کن معلوم ہوا۔ ایسے وقت میں ہندوستان کا اپنے موقف پر جمے رہنا واقعی لائق ستائش ہے۔ مدیر اعلیٰ مولانا فیضان المصطفےٰ قادری ہندوستان کی مذہبی ومسلکی کشمکش سے ذرا ہٹ کر ''ناسا'' اور ''پیرس'' کی داستان جدید سنانے لگتے ہیں تو تھوڑی دیر کے لیے طبیعت شاد وآباد ہو جاتی ہے، مگر ساتھ ہی یہ احساس زیاں بھی جگا جاتی ہے کہ ہم نے اپنے آبا واجداد کی علمی میراث کو کتنی آسانی سے اسلام دشمن اقوام کے حوالے کر دیا ہے، اور آئندہ بازیابی کی کوئی سبیل بھی نظر نہیں آتی۔

حضرت مفتی شعیب رضا نعیمی علیہ الرحمہ کا رحلت نامہ پڑھ کر دکھ ہوا، ابھی اس نوجوان نے زندگی کی بہاریں ہی کیا دیکھی تھیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت کی بہاریں نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے: آمین

اداریہ میں حروف ساز نے صفحہ 7 کی جو ترتیب رکھی ہے، اس پر ہم دھوکا کھا گئے۔ پہلے تو یہ لگا کہ اداریہ صفحہ 6 پر اختتام پذیر ہو گیا، مگر رحلت نامہ کے بعد تھوڑا اور پڑھنے کو ملا تب معلوم ہوا کہ ع/

زباں پر لیے داستاں اور بھی ہیں

''شرعی مسائل'' کے کالم میں حضرت مفتی محمد عالمگیر مصباحی (راجستھان) کے فتاویٰ باصرہ نواز ہوئے۔ فتاویٰ کے تعلق سے یہ عرض کر دوں کہ جن احکام ومسائل سے علی العموم علمائے کرام وائمہ مساجد واقف وآشنا ہیں، اور عامۃ المسلمین کی ضرورت ائمہ مساجد سے پوری ہو جاتی ہے، ان مسائل وفتاویٰ کی اشاعت زیادہ نفع بخش نہیں۔ مسائل وفتاویٰ کے باب میں جدید مسائل کا انتخاب کیا جائے، اور ان فتاویٰ کو ترجیح دی جائے جو زمانہ کے تقاضوں اور مسلمانوں کی ضرورت کے مطابق ہوں، جن کا تذکرہ عام طور پر کتابوں میں کم ملتا ہو۔

''ایک مجلس میں تین طلاق ایک؟ قائلین کے دلائل کا علمی جائزہ'' کے عنوان سے محترم مولانا ازہار احمد امجدی ازہری نے بڑا تحقیقی اور اصولی مقالہ پیش کیا ہے۔ عیسوی سال رواں ۲۰۱۷ء میں ماہنامہ پیغام شریعت فروری، مارچ، جولائی کے شمارے میں قسط وار شائع ہونے والا یہ

تفصیلی مقالہ معلومات میں بے پناہ اضافے کا سبب بنا۔ ترجمہ نگاری کے دوش پر سوار ہو کر دوسروں کی تحقیقات و کاوشات کو اپنے نام کر لینے کا ہندوستانی انداز بڑا مشہور ہے، مگر موصوف نے علمی دیانت داری کا ثبوت دیتے ہوئے مقالے کے آغاز ہی میں صاف لفظوں میں کہہ دیا ہے کہ یہ ان کا کوئی طبع زاد مقالہ نہیں، بلکہ مشہور صوفی بزرگ شیخ سلامہ قضاعی شافعی (م ۱۳۷۶ھ) کی کتاب "**البراھین الساطعة**" کا ترجمہ و تلخیص ہے۔ موصوف نے اس کتاب کے مفاہیم کو وضاحت و تخریج کے ساتھ اردو قالب میں ڈھال کر قارئین کے سپرد کر دیا ہے۔ جگہ جگہ لفظی ترجمہ کی خشکی کا بھی احساس ہوا، مگر عمومی طور پر پورا مقالہ بڑے دل نشیں انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اس حسین علمی کوشش پر ہم انہیں مبارک باد پیش کرتے ہیں :اللھم زد فزد، آمین

غیر مقلدین جن چار ضعیف اور منسوخ احادیث کو بنیاد بنا کر اپنے بدعی افکار و نظریات کو فروغ دینے کی کوشش کرتے ہیں، ان کی کامل تحقیق سپرد قرطاس کر دی گئی ہے، مگر سنجیدگی کا ایسا پاس و لحاظ کہ کہیں بھی قلم کا وقار مجروح ہوتا نظر نہیں آتا، جیسا کہ ردوقدح میں نہ چاہتے ہوئے بھی سنجیدگی کا دامن چھوٹ جاتا ہے۔ طلاق ثلاثہ کے بارے میں جو لوگ احادیث طیبہ کی روشنی میں جامع اور تحقیقی مضامین پڑھنے کے خواہاں ہیں، انھیں اس مقالے کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔

شیخ سلامہ قضاعی شافعی علیہ الرحمہ نے ایک جگہ امام نسائی کی ایک روایت ام ولد کی بیع اور عزل کے سلسلے میں پیش کی ہے۔ اس کے بارے میں محترم ازہری صاحب کا کہنا ہے کہ " مجھے سنن النسائی میں یہ روایت نہیں ملی " ۔ (ص:18- شمارہ جولائی ۲۰۱۷ء)

یہ جملہ ان کی علمی دیانت داری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ بلا شبہ نسائی شریف جو صحاح ستہ میں سے ایک ہے، اس میں یہ روایت موجود نہیں۔ دراصل امام نسائی نے حدیثوں کے دو عظیم مجموعے ترتیب دیئے ہیں، ان میں سے ایک " کتاب السنن " ہے جو "السنن الکبری للنسائی " کے نام سے معروف ہے اور دوسرا المجتبی، یا المجتبی من السنن ہے، جو "السنن الصغری للنسائی" اور برصغیر میں "نسائی شریف" کے نام سے مشہور ہے۔ اسی صغریٰ کا شمار صحاح ستہ میں ہوتا ہے۔ سب سے پہلے آپ نے "السنن الکبریٰ" تصنیف فرمائی تھی، پھر امیر رملہ کی گزارش پر "السنن الکبریٰ" سے صحیح حدیثوں کا انتخاب کر کے "المجتبی" ترتیب دی۔

شیخ سلالہ قضاعی نے "البراھین الساطعہ" (صفحہ 70) میں تحریر فرمایا: "**وفی روایة للنسائی** "۔ اس نسائی سے مراد "المجتبی"، نہیں، بلکہ اس کا ماخذ "السنن الکبریٰ" ہے۔ چنانچہ "السنن الکبریٰ" میں وہ روایت مجھے دو جگہ ملی: ایک کتاب التعبیر ذکر اسماء اللہ تبارک وتعالیٰ، الخالق کے تحت، اور دوسری "کتاب عشرۃ النساء، ذکر الاختلاف علی الزھری فی خبر ابی سعید" کے ضمن میں، مگر امام نسائی کی سنن کبری میں بعینہ وہ الفاظ نہیں، جنہیں علامہ قضاعی نے ذکر کیا ہے، بلکہ تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ ہے۔ اس کی وجہ مجھے یہ سمجھ میں آئی کہ بعینہ انہیں لفظوں کے ساتھ "فتح الباری" میں امام الشان ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے روایت بالمعنی کے طور پر امام نسائی کے حوالے سے ذکر کیا ہے، اور شیخ سلامہ قضاعی علیہ الرحمہ نے وہیں (فتح الباری) سے یہ روایت اخذ فرمائی ہے۔ سیاق سباق سے بھی اس نظریے کی تائید ہوتی ہے: واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

"ہندو راشٹر کا دستور اساسی" کے عنوان سے اس مرتبہ مدیر محترم مولانا طارق انور مصباحی ایک نئی دریافت لے کر حاضر ہوئے ہیں۔ مولانا کی مانیں تو 26 نومبر ۱۹۴۹ء کو ملک کا سیکولر دستور ہندوستانی پارلیامنٹ میں پاس ہوا، اور تین دن کے بعد ہی 30 نومبر کو آر ایس ایس نے اسے غیر معتبر قرار دے کر اس کی جگہ "منوسمرتی" کو ملک کا قانون قرار دیا۔ یہ منوسمرتی کیا ہے؟ برہمنوں کے خود ساختہ قوانین کا مجموعہ ہے، جن کی روشنی میں وہ بہ آسانی شودروں کا استحصال کر سکیں۔ شودر ملک ہند کی مقامی واصلی قوم ہے جو اصلاً توحید پرست تھی۔ موصوف نے منوسمرتی سے قابل اعتراض قوانین میں سے چند کو بطور اقتباس جگہ جگہ نقل کر کے آئینہ دکھایا ہے، تاکہ قوم ہنود اسلامی قوانین پر تنقید سے باز آ سکے۔ فاضل مدیر نے یہ

سوال بھی اٹھایا ہے کہ اگر بالفرض یہ ملک ''ہندوراشٹر'' بن گیا اور ''منوسمرتی'' کے قوانین کا نفاذ ہوگیا تو پھر بھارت میں مسلمانوں کے ساتھ عیسائی، بدھسٹ، سکھ، جین اور مجوسی قوموں کا حشر کیا ہوگا؟ یہی اس مقالے کا مرکزی پوائنٹ، اور ایک حساس مسئلہ ہے۔

چونکہ ہر ایک انسان کو بعد موت خالق عالم کے دربار میں حاضر ہونا ہے، اس لیے ہر ایک کو وہی مذہب اختیار کرنا لازم ہے، جو اس کے لیے اخروی نجات کی ضمانت دے۔ جب ''ہندو مذہب'' شودر ہندوؤں کو دنیا میں کسی قسم کی بھلائی کا حقدار نہیں سمجھتا تو آخرت میں اس مذہب کے ذریعہ نجات کی امید ہی بیکار ہے۔ قانون اسلام کے اعتبار سے آمد اسلام کے بعد کوئی آسمانی مذہب بھی قابل قبول نہیں، اور خود ساختہ مذاہب تو ہمیشہ نا قابل قبول رہے ہیں۔ مذاہب کے انتخاب سے قبل اس کے اصول و دستور کو بھی سمجھ لینا چاہئے، تا کہ صحیح و غلط اور حق و باطل کی کچھ تمیز حاصل ہو سکے۔ مقالہ حاضرہ کا مطالعہ ہمیں ہندو مذہب کے متعدد حقائق سے آشنا کرتا ہے۔ متلاشیان حق کے لیے یہ ایک نورانی برج ہے کہ جس میں داخل ہونے والا خود پکار اٹھتا ہے کہ اسلام کے علاوہ کوئی مذہب، خدائی مذہب نہیں ہوسکتا۔ ''ان الدین عند اللّٰہ الاسلام'' (القرآن)۔ اگر یہ آرٹیکل ہندی یا انگریزی زبان میں شائع ہوتا تو غیر اردو داں افراد کو بھی حقائق سے قریب آنے کا موقع میسر آتا۔

کہا جاتا ہے کہ اشیا اپنی اضداد سے پہچانی جاتی ہیں۔ اس مقالہ کو دیکھ کر مجھ پر اس مقولہ کی سچائی چمکتے سورج کی طرح روشن ہوگئی۔ اگر اعتراف فضل بھی کوئی چیز ہے تو صاف لفظوں میں کہتا ہوں کہ اس مضمون کو پڑھ کر مجھے اسلامی اصول وقوانین میں کچھ ایسا اعتدال وانصاف محسوس ہوا کہ پہلے میرا ذہن اس جانب متوجہ نہ ہوا تھا۔

موصوف نے سرخی کے نیچے ایک ذیلی عنوان یہ بھی لگایا ہے: ''رامائن اور منوسمرتی کے مطابق آر ایس ایس کا ہندوراشٹر کیسا ہوگا؟''

مضمون میں منوسمرتی کے اشلوک اور اقتباسات تو دیکھنے کو ملے، مگر ''رامائن'' کے اقتباسات کہاں ہیں؟ شاید آئندہ کے لیے چھوڑ رکھا ہو، تب تو سرخی میں پہلے ''منوسمرتی'' کا ذکر مناسب تھا۔

مولانا صادق رضا مصباحی نے مسلم پرسنل لا بورڈ کی قیادت پر جو سوالات اٹھائے ہیں، واقعی ان پر سنجیدگی سے غور کیے جانے کی ضرورت ہے۔ مولانا کے اس جملے میں کچھ سچائی نظر آتی ہے کہ: ''بورڈ شعوری یا غیر شعوری طور پر حکومت کا آلہ کار بن چکا ہے''۔ سال گزشتہ ندوۃ العلما (لکھنو) میں منعقد بورڈ کے دو روزہ سیمینار میں تین طلاق دینے والوں کے سماجی بائیکاٹ کا فرمان بھی صادر ہوا، ساتھ ہی صاف لفظوں میں بورڈ نے حلالہ کو غیر شرعی عمل بھی قرار دیا۔ سماجی بائیکاٹ کی بات تھوڑی دیر کے لیے برداشت کی جا سکتی ہے، مگر حلالہ کو علی الاطلاق غیر شرعی عمل قرار دینا صاف ظاہر کر رہا ہے کہ اب بورڈ وہی کچھ کہہ رہا ہے جو حکومت اس سے کہلوانا چاہتی ہے۔

محترم غلام مصطفیٰ رضوی (مالیگاؤں) نے ''اسلام سے متعلق جارج برناڈ شا کے اعترافات: اسباب ومحرکات'' کے عنوان سے بڑے اچھوتے انداز میں خامہ فرسائی کی ہے۔ بلاشبہ ماضی قریب میں دیار غیر میں اسلام سے متعلق شبہات کے ازالے اور اسلام کی تبلیغ واشاعت کے حوالے سے مبلغ اسلام نے جو تاریخ رقم فرمائی ہے، وہ آپ سے شروع ہوکر آپ ہی پر ختم ہو جاتی ہے۔ محترم مضمون نگار کو یہ شکایت ہے کہ ''ہمارے اصحاب قلم نے کبھی اس پہلو کو اجاگر نہیں کیا کہ وہ کون سی ذات تھی جس نے اسلام سے متعلق برناڈ شا کے متشدد مزاج کو کامیابی کے ساتھ بدلا''۔ یہ جملہ اصل حقائق سے چشم پوشی کرتا نظر آ رہا ہے، کیوں کہ جہاں کہیں بھی مجموعی طور پر برصغیر کے علمائے اہل سنت کا ذکر ہے، وہاں مبلغ اسلام حضرت علامہ میرٹھی علیہ الرحمہ کی مساعی جمیلہ کو بھی عمدگی سے بیان کیا گیا ہے۔

چنانچہ تذکرہ علمائے اہل سنت، تذکرہ اکابر اہل سنت، خلفائے اعلیٰ حضرت، حاشیہ الاستمداد، جادہ ومنزل، امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں، امام احمد رضا کے مبلغین وغیرہ کتابوں میں بڑے فخریہ انداز میں امت مسلمہ پر ان کے احسانات کا اجمالی جائزہ مرقوم ہے، بلکہ ملک محبوب

الرسول قادری، پاکستانی نے اپنے سہ ماہی ''انوار رضا'' کا چوتھا شمارہ ۲۰۱۱ء میں آپ ہی کی حیات وخدمات پر شائع کیا تھا جو مکمل 307 صفحات پر مشتمل ہے۔ پاکستان میں ان پر پی ایچ ڈی اور ایم فل کے مقالے بھی لکھوائے گئے ہیں۔ ابھی حال ہی میں ۲۰۱۵ء میں مولانا صادق رضا مصباحی اور مولانا کمال احمد علیمی اوران کے رفقائے کار کی کوششوں سے دارالعلوم علیمیہ (جمدا شاہی: بستی) نے 912 صفحات پر مشتمل ایک وقیع نمبر شائع کیا ہے۔ ان تمام کوششوں کے باوجود آخر یہ کیسے کہہ دیا جائے کہ ''ہمارے قلم کاروں نے چھوا تک نہیں''۔ ہاں، اس سچائی کا اعتراف کرنے میں بھی کوئی تأمل نہیں ہونا چاہئے کہ جتنی بڑی شخصیت تھی، اس حساب سے کام نہیں ہوا ہے، مگر کیا کیا جائے، یہ شکایت تو اعلیٰ حضرت امام حمد رضا محقق بریلوی اور دیگر اکابرین اہل سنت کے بارے میں بھی کی جاسکتی ہے۔

کتاب ''انوار تصوف'' پر مولانا قمر احمد اخلاقی امجدی (کیرلا) کی ابتدائی تحریروں سے یوں محسوس ہوا کہ یہ عقیدت پر مبنی ایک تحریر ہوگی، مگر آگے چل کر کتاب مذکور کے اقتباسات نظر نواز ہوتے رہے اور حقیقت واشگاف ہوتی گئی۔ سطر سطر میں روحانیت کی جلوہ گری محسوس ہوئی، حضرت شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری علیہا الرحمہ کی صوفیانہ تفسیر کے حوالے سے شیخ کامل اور مقتدا بننے کے شرائط بیان کیے گئے ہیں وہ کافی جامع ومانع ہیں۔ اس سے ماضی کی مقتدائی تہذیب پر اچھی روشنی پڑتی ہے۔ تبصرہ پڑھ کر تشنگی بڑھ گئی ہے۔ پوری کتاب کا کیا حال ہوگا۔

عالی جناب محمد میاں مالیگ (لندن) کی تحریر پڑھ کر یہ اندازہ نہ کرسکا کہ یہ ان کی مستقل تحریر ہے، یا تقریر کو لکھ کر پیش کر دیا گیا ہے۔ اگر تقریر نویسی کا معاملہ ہے تب تو ہم ان کی خطابت کی قدر کرتے ہیں کہ اس زمانے میں اتنی مدلل تقریریں خال خال ہی دیکھنے کو ملا کرتی ہیں۔ اس کو پڑھ کر لگا کہ ذو معنی لفظ ''راعنا'' کی طرح موصوف ''خواجہ'' کے استعمال کو بھی غیر مناسب جانتے ہیں، اوراس پر ان کے کچھ تحفظات بھی ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ آپ نے ایک جگہ لکھا ہے: سنجر کے ایک سید معین الدین اجمیری یہاں تشریف لائے۔ (صفحہ: 49) مجھے اس بحث میں نہیں پڑنا ،البتہ حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کی جائے ولادت ''سنجر'' ہے یا ''سجز''۔ اس سلسلے میں کچھ وضاحت ضروری سمجھتا ہوں۔

اطراف خراسان میں ایک مشہور ومعروف شہر ''سیستان'' ہے جس کا معرب سجستان آتا ہے۔ اسی سجستان کا دوسرا نام ''سجز'' بھی ہے، جس کی طرف نسبت کرتے ہوئے ''سجزی'' کہا جاتا ہے۔ علامہ یاقوت حموی نے ''معجم البلدان'' میں لکھا ہے۔

''سجز''بکسر اوله وسكون ثانيه،وآخره زاى،اسم لسجستان،البلد المعروف فى اطراف خراسان،و النسبة اليه ''سجزى ''وقد نسب اليها خلق كثير من الائمة والرواة والادباء،واكثر اهل سجستان ينسبون هكذا''.

''معاجم اللغۃ العربیۃ'' میں تاج العروس کے حوالے سے درج ہے: ''**السجزى''بالفتح والكسر نسبة الى سجستان ، الاقليم المعروف والكسر فى سِجِسْتَان اكثروالجيم مكسورة ابدا–وهواقليم ذومدائن، يعنى''سجزى ''**

مشہور اقلیم سجستان کی طرف منسوب ہے۔ خلاصہ کلام یہ نکلا کہ سجستان کی طرف نسبت کرتے ہوئے ''سجستانی'' اور ''سجزی'' دونوں کہا جاتا ہے۔ بہت سے علما ومحدثین یہاں پیدا ہوئے، انھیں میں سے حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ بھی ہیں۔ سجزی ہی درست ہے، سنجری تصحیف کا نتیجہ ہے۔ اس سلسلے میں حضرت مولانا نثار احمد مصباحی (سابق استاد جامعہ اشرفیہ مبارکپور) اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خواجہ مودود چشتی کی نسل پاک کے سادات میں سے خواجہ سید عبد الصمد چشتی سہوانی (م ۱۳۲۳ھ) کے عرس صد سالہ ۱۴۲۳ھ میں پھپھوند شریف (نزد کانپور) میں چشت شریف: ہرات (افغانستان) سے ایک بزرگ تشریف لائے تھے، انھوں نے خواجہ خواجگان کو ''سنجری'' کہنے کا سختی سے رد کیا اور کہا کہ آپ سجزی ہیں، سنجری نہیں۔ سنجری کہنا بالکل غلط ہے۔

ماہنامہ پیغام شریعت شمارہ اگست ۲۰۱۷ء

اگست ۲۰۱۷ء کا شمارہ پیش نظر ہے۔اس بار کا اداریہ دس صفحات کو محیط ہے۔شاید یہ اب تک کا سب سے طویل اداریہ ہے۔حضرت شوکت حسن خان علیہ الرحمہ کی زبانی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محقق بریلوی اوران کے وابستگان کے تذکار جمیلہ دلچسپیوں کے سامان ثابت ہوئے۔ اس مجلسی گفتگو میں حضرت شوکت میاں نے بہت سے ایسے رازوں سے بھی پردہ اٹھایا ہے،جن سے ہم اب تک نا آشنا تھے۔اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے بارے میں یہ پڑھ کر میں خود ہکا بکا رہ گیا کہ ''(اعلیٰ حضرت) فرماتے تھے کہ میرے اوپر کبھی زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی''۔

''الحسین منی و انا من الحسین'' پر''حامد منی و انا من حامد'' کا انطباق بھی خوب لگا۔اس تازہ دریافت پر ہم تمام قارئین کی جانب سے حضرت مفتی قمرالحسن بستوی اور حضرت فیضان المصطفیٰ قادری دونوں کے حضور تشکر وامتنان کے گلدستے پیش کرتے ہیں۔

''اداریہ نویسی'' باضابطہ ایک فن ہے،اوراس کے کچھ مستقل لوازمات اور تقاضے ہوتے ہیں،اوراس طرح کی قیمتی یادوں کو کسی مستقل کالم میں جگہ دی جانی چاہئے،تاکہ''اداریہ'' کا اپنا حسن وتوازن برقرار رہے۔شاید اسی مقصد کے پیش نظر فاضل مدیر اعلیٰ نے ماہ نومبر ۲۰۱۷ء سے ایک مستقل اداریہ اور ایک مستقل مضمون سپرد قوم کرنا شروع کردیا ہے،تاکہ ہر ایک کا تشخص سلامت رہے۔

''قرآنی اسلوب دعوت واور تفہیم دین کے عصری تقاضے'' کے عنوان سے محترم غلام مصطفیٰ رضوی (مالیگاؤں) نے بڑا عمدہ مضمون پیش کیا ہے۔عقل وسائنس کے اعتبار سے اسلام کی حکمت عملی کی تفہیم پر مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم میرٹھی علیہ الرحمہ اور جارج برناڈ شا کے درمیان ۱۹۳۶ء میں ہونے والا ممباسہ کا مکالمہ اس مضمون کے مرکزی نقطۂ نظر پر بھرپور ضوفشانی کررہا ہے۔

''ابدال کا وجود احادیث طیبہ کی روشنی میں'' اس موضوع پر فاضل محترم مولانا ازہار احمد امجدی ازہری نے فقط ڈھائی صفحہ کی گفتگو کی ہے،مگر اس قدر مبرہن کہ سطر سطر سے دلائل کی گونج سنائی دیتی ہے۔ان کے قلم کا تیور دیکھ کر کچھ یوں محسوس ہونے لگا ہے کہ اب ابن تیمیہ کے مقلدوں کی خیر نہیں۔ایک اہم خوبی جوان کے مضامین میں مشترکہ طور پر نظر آتی ہے،وہ یہ ہے کہ موصوف ''دعویٰ کم:دلیل زیادہ'' پر بھرپور عمل کرتے ہیں۔چند باتیں توجہ طلب معلوم ہوئیں۔ان میں سے ایک یہ کہ ص:26 پر''اولا'' لکھ کر عمومی جوابات دیئے گئے ہیں،اورص 27 پر''ثانیا'' کے بعد خصوصی۔ لہٰذا مناسب یہ تھا کہ''اولا وثانیا'' دونوں نمایاں (بولٹ) اور ذیلی سرخی کے حجم کے برابر ہوتے۔دوسری بات یہ کہ خصوصی جواب کی جو دوشقیں ہیں،ان میں سے ایک کو''پہلا جواب'' اور دوسرے کو''ثانیا'' سے ذکر کیا ہے۔جب کہ''دوسرا جواب'' لکھا جانا چاہئے تھا،جیسا کہ ص:26 پر خود مقالہ نگار نے اس تناسب کا خیال رکھا ہے۔تیسری یہ کہ ص:25 پر جو یہ درج ہے کہ''حدیث ابدال طرق کثیرہ کی وجہ سے قوی ہوجائے گی''۔اس کی نسبت امام عجلی کی طرف کی گئی ہے،حالاں کہ''عجلونی'' ہونا چاہیے۔

''صدرالشریعہ حضرت مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کے انٹرویو'' کی پانچوں قسطیں شوق سے پڑھی گئیں۔حضور صدرالشریعہ کی امام احمد رضا محقق بریلوی قدس سرہ العزیز سے اس قدر والہانہ وابستگی کی داستان سے ہندوستان کے اہل عشق و وفا کو آشنا کرنے پر ہم موصوف کے شکرگذار ہیں۔۱۳۶۵ھ مطابق ۱۹۴۶ء میں بحرالعلوم حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمہ یہ یادداشت قلم بند کرچکے تھے،جیسا کہ''حیات صدر الشریعہ''(مطبوعہ لاہور) میں ص:16 پر خود اس کی صراحت فرمائی ہے۔علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ نے ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۰۰۱ء میں لاہور سے پہلی بار''حیات صدرالشریعہ'' کے نام سے اس کی اشاعت فرمائی۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ سیرت وسوانح کا ایک اہم حصہ اور پند و موعظت کا یہ مجموعہ صفحات قرطاس پر آجانے کے بعد بھی تقریباً 57 سال تک دنیا کی نظروں سے اوجھل رہا،جب کہ اس سے بھی زیادہ قابل افسوس امر یہ ہے کہ آج 74 سال ہونے کو ہیں،مگر ہندوستان میں اب تک اس کی اشاعت نہ ہوسکی۔مدیر اعلیٰ مولانا فیضان المصطفیٰ قادری لکھتے ہیں:

''ہمیں خوشی ہے کہ اس تعلق سے مفتی بحرالعلوم علیہ الرحمہ کی تحریر'' پیغام شریعت'' کے صفحات پر ہندوستان میں پہلی بار شائع ہو رہی ہے''۔
(پیغام شریعت: اگست ۲۰۱۶ء)

خدا بھلا کرے مدیر اعلیٰ حضرت مولانا فیضان المصطفیٰ قادری کا، جنہوں نے پیغام شریعت کے صفحات پر قسط در قسط جگہ دے کر ہم غلامان اعلیٰ حضرت وصدر الشریعہ کو، ان نفوس عالیہ کی زندگی کے کئی اہم اور مخفی حقائق سے روشناس کرایا ہے۔ بلا شبہ یہ مکمل انٹرویو آج تک شائع نہ ہو سکا۔ البتہ اس کے ۹۰ فیصد مشمولات کو انھیں الفاظ کے ساتھ حافظ عطاء الرحمٰن لاہوری نے اپنی کتاب'' تذکرہ اعلیٰ حضرت بزبان صدر شریعت'' میں شامل کر لیا ہے۔ میرے پیش نظر اس کتاب کا ہندوستانی نسخہ موجود ہے، جس کو تحریک فکر رضا (ناگپاڑہ، ممبئی) نے ۲۰۰۳ء میں شائع کیا ہے۔ اگر اس سے قبل بھی حافظ لاہوری کی یہ کتاب ہندوستان میں کبھی شائع ہوئی ہو تو یہ میرے علم میں نہیں۔

اس انٹرویو میں حضرت بحرالعلوم اعظمی علیہ الرحمہ کا ایک تحریری کمال یہ دیکھنے کو ملا کہ انھوں نے حیات صدر الشریعہ کو اپنے لفظوں میں بھی بیان کیا ہے تو یوں کہ بسا اوقات یہ سمجھ پانا مشکل ہو جاتا ہے کہ یہ کن کے الفاظ سپرد قرطاس ہو رہے ہیں۔ البتہ جب کہیں یہ لکھ جاتے ہیں کہ'' آپ نے یہ کیا، آپ نے وہ کیا'' تب جا کر کچھ احساس ہوتا ہے۔ اسی مفہوم کی وضاحت کے لیے مدیر اعلیٰ نے بھی ادارتی نوٹ لگا دی ہے کہ: ''حضرت بحرالعلوم نے کہیں حضرت صدر الشریعہ کے حالات انھیں کے الفاظ میں درج کیے ہیں، اور کہیں اپنے الفاظ میں''۔

اجمیر شریف میں ورود کے تحت یہ مذکور ہے کہ'' جس دن میں اجمیر شریف پہنچا، اس دن تاریخ ۲۵ جمادی الاخریٰ تھی اور عرس کے سلسلے میں تعطیل کا پہلا دن تھا، اور یہ تعطیل دو مہینے سے زائد ہوتی ہے''۔ اس'' دو مہینے'' پر مدیر اعلیٰ نے یہ بین السطور لگایا:'' دو ہفتے ہونا چاہئے، کیوں کہ آگے ہے کہ بارہ، تیرہ رجب کو مدرسہ کھلا۔ فیضان'' (پیغام شریعت: اگست ۲۰۱۷ء)

ایک بات میں بھی عرض کر دوں کہ'' حیات صدر الشریعہ'' (مطبوعہ لاہور ص: 106) اور'' ماہنامہ پیغام شریعت'' (اگست ۲۰۱۷ء ص: 19) میں ہے کہ بروز ہفتہ 26 جنوری صبح کو نو، دس بجے کے قریب غسل سے فراغت ہوئی''۔ یہاں پر 26 جنوری کی بجائے 26 صفر ہونا چاہئے، کیوں کہ عیسوی تاریخ کے اعتبار سے اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کا وصال 28 اکتوبر ۱۹۲۱ء کو ہوا ہے۔ اس پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ'' حیات صدر الشریعہ'' میں اس سے چند صفحات قبل بھی ہجری تاریخ استعمال کی گئی ہے۔ چنانچہ مرقوم ہے:'' اب جمعہ آیا یعنی 22 صفر ۱۳۴۰ھ۔ آج مزاج کی کیفیت بہت بدلی ہوئی تھی''۔ (ص: ۱۰۲)

ایک جگہ پیغام شریعت ص: 28 پر شیخ سعید کے بعد بیاض چھوڑ دی گئی ہے۔ اس کی وجہ غالباً یہ رہی ہوگی کہ'' حیات صدر الشریعہ'' مطبوعہ لاہور میں اس جگہ کیا درج ہے، یہ ٹھیک سے پڑھنے میں نہیں آتا۔ میں نے بھی کوشش کی، مگر نا کام رہا۔ تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ یہ لفظ'' باَبصیل'' ہے۔ یہ سب وضاحت اس لیے بھی ضروری سمجھی کہ جب اس انٹرویو کی اشاعت عمل میں آئے تو ان مقامات پر غور کر لیا جائے۔

مدیر محترم مولانا طارق انور مصباحی اس مرتبہ ''تعلیمی مسائل'' لے کر جلوہ گر ہوئے ہیں۔ آج کل قومی مسائل اور تعلیمی مسائل ہی ان کا اوڑھنا بچھونا بنا ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانے کا عمومی مزاج، بلکہ تجربہ بھی یہی بتاتا ہے کہ کسی بھی قوم کی ترقی و تنزلی میں ان دو وسائل کی آمد و رفت کا بڑا ہاتھ رہا ہے۔ چوں کہ مدیر محترم ایک زمانہ شناس انسان ہیں، لہٰذا حالات کے جبری تقاضے کے تحت ان دو مسائل پر کھل کر بحث کرتے ہیں۔ اس بار کا عنوان ہے۔'' میڈیکل سائنس کا تعلیمی پروگرام'' اس میں نیٹ اگزام، جے آر ایف اور ایس آر ایف کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے، اور اس سے منسلک سرکاری اسکیموں کو بیان کیا ہے۔ کیرالا میں رائج تعلیمی نظام'' پلی درس'' (مسجدی تعلیم) کے طریقہ کار، سمستھا کیرلاسنی جمعیۃ العلما اور اسلامی تعلیمی بورڈ اف انڈیا کی سرگرمیاں لائق تقلید معلوم ہوئیں۔ جگہ جگہ اس طرح کے تعلیمی انقلاب برپا کرنے کی

ضرورت ہے، کیوں کہ:

اس دور میں تعلیم ہے امراض ملت کی دوا — ہے خون فاسد کے لیے تعلیم مثل نیشتر

محترم جرار احمد گھوسوی نے ''تربیت'' کے حوالے سے عمدہ مضمون سپرد قرطاس کیا ہے۔ اس مضمون میں صفحہ 42 پر تین مرتبہ ''ساتھ ساتھ'' کو ہم تاکیدی مان لیں، پھر بھی صفحہ 39 پر ''نکلیئر فیملی'' کو دیکھ کر ہر کوئی کہہ اٹھے گا کہ یہ اردو ادب میں ''مداخلت بے جا'' ہے۔ اسی طرح صفحہ 42 پر ''ابن صفی کا محولہ بالا اقتباس'' جیسی گاڑھی ترکیب خالص اردو داں طبقے کے لیے پریشان کن ثابت ہو سکتی ہے۔

حضرت مولانا منیف عالم رضوی (سیتامڑھی: بہار) کا مضمون مختلف حیثیتوں سے پسند آیا اور فکر کو برانگیختہ کر گیا: **خدا حافظ**

☆☆☆

ہم عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے منائیں؟

مولانا جاوید احمد عنبر مصباحی (علی گڑھ)

ambermsibahi@gmail.com

سب سے پہلے آپ تمام قارئین کو عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبارک ہو!

حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر مبارک اور ان کی ولادت باسعادت کا بیان اور اس پر خوشی کا اظہار اللہ جل شانہ، انبیا وملائکہ علیہم السلام، اولیائے کرام اور تمام امت مسلمہ کا عمل رہا ہے۔ محسن کا تذکرہ اور اس کی یادوں پر خوشی کا بیانیہ ہر صحیح العقل انسان کے نزدیک درست ہے۔ یوں کہہ لیں کہ دو اور دو چار کی طرح یہ قضیہ بھی مسلم ہے۔

اب طور طریقے میں اختلاف اور تنوع کا پایا جانا فطری ہے۔ ہمارے نزدیک کسی بھی جشن کو منانے کا صحیح طریقہ وہی ہے جس کی کتاب و سنت سے موافقت ہوتی ہو یا کم از کم ان کے خلاف نہ ہو۔ دور جدید میں ہم عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منانے اور اسے یادگار بنانے کے لیے کئی جائز اور مستحسن طریقے اپنا سکتے ہیں؛ جن میں چند درج ذیل ہیں۔

(۱) حقیقی محبت اور اس کی تجدید: حضرت رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حقیقی محبت یہ ہے کہ ہم اپنا اور اپنے اہل وعیال، نیز دیگر انسانوں کا رشتہ ہر گذرتے دن کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اور گہرا سے گہرا بناتے جائیں۔ ان کی محبت کو بنیاد بنا کر آپسی انتشار، جھگڑے اور تمام اختلافات کو بھلا کر متحد ہوں۔ ہر شخص صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے اپنے ذاتی فوائد ونقصانات سے نظریں ہٹا کر صرف اور صرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کے پیغام کو عام کرنے کی کوشش کرے۔ بکھری ہوئی امت مسلمہ کو متحد کرنا اور انھیں آپسی بھائی چارگی کی اسی لڑی میں پرونے کی مخلصانہ کوشش کرنا یہ ہماری محبت کا سب سے پہلا تقاضا ہے۔

بڑھتے ہوئے اسلام مخالف اور رسول بے زار ماحول میں یہ بھی بہتر ہو سکتا ہے کہ ہم میں سے ہر شخص میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دن اپنے گھر کے ہر فرد کو جمع کر کے حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تقدس کی حفاظت اور دنیا میں موجود ہر چیز، یہاں تک کہ ماں باپ اور بیوی بچوں سے بھی زیادہ انھیں اپنے دل میں بسانے کا اجتماعی عہد کریں اور ہر سال اس عہد کی تجدید بھی ہو، تاکہ ہمارے بچے جہاں کہیں اور جس ماحول میں بھی رہیں ان کے اندر عشق نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ تازہ رہے اور ہر طرح کی پراگندہ ہواؤں سے محفوظ رہیں۔

(۲) غیر مسلموں میں سیرت نبوی کی اشاعت: اس کے کئی طریقے ہوسکتے ہیں، مثلاً ہم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اور ان کی سیرت کے حوالے سے دو چار صفحات کے کتابچے اور پمفلٹ چھپوا کر اس دن مفت میں تقسیم کریں۔ مسلموں کے علاوہ غیر مسلموں تک بھی زیادہ سے زیادہ پہنچانے کی کوشش کریں۔ بچوں کے لیے سیرت کوئز کا انعقاد کریں جس کے لیے مواد اردو کے علاوہ ہندی، انگریزی اور مقامی زبانوں میں چھاپے جائیں اور غیر مسلم بچوں کی ایک کثیر تعداد کو بھی شرکت کی دعوت دی جائے۔

حضور اکرم رسول دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی وقار پر ریاستی اور قومی سطح کے تحریری مقابلے منعقد کیے جائیں جن میں ۱۶۔۳۰ ؍سال کے مسلم اور غیر مسلم بچوں اور نوجوانوں کو حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت اور ان کی تعلیمات کے حوالے سے مضمون نگاری کی دعوت دی جائے اور جو مقالہ نمبر ون پوزیشن حاصل کرے اور کچھ خصوصیات اور انفرادیت بھی رکھتا ہو، اس کے لکھنے والے کو (اگر مسلمان ہو تو) حج یا عمرہ کا انعام دیا جائے۔ اور اگر پہلا مقام حاصل کرنے والا غیر مسلم ہو تو انھیں حرمین طیبین کے علاوہ دوسری مقدس جگہوں (بغداد، فلسطین اور مصر وغیرہ) کی زیارت کرائی جائے۔

(۳) بے سہاروں اور محتاجوں کی مدد: یہ وصف تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہم خوبیوں میں سے ایک ہے۔ ہم انھیں بھول کر عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جشن منائیں تو شاید ہمارا جشن مکمل نہ ہوگا۔ ہم میں سے ہر شخص عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی طرح اس دن پر بھی خصوصی صدقات وعطیات کا اہتمام کرے۔ کم از کم ہزار پانچ سو تو ہر اوسط آمدنی والا شخص نکال ہی سکتا ہے۔ اسے اپنے محلے اور رشتہ داروں میں غریب افراد کے درمیان تقسیم کریں۔ اور اللہ نے جنھیں دیا ہے وہ اپنی حیثیت اور خدا کی رحمت کے مطابق بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

یہ بات ذہن میں اچھی طرح بٹھا لیں کہ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دن نکالے جانے والے صدقات کا تعلق صرف اور صرف عشق نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہوگا، اس لیے (اگر ریا سے پاک ہوں تو) ان کا قبول ہونا تقریباً یقینی ہے، جو ہمارے لیے جہنم سے چھٹکارے کا ایک بڑا سبب بن سکتا ہے۔ ہسپتال میں موجود مریضوں میں دوا، ڈاکٹر کی فیس اور پھل اور غذا وغیرہ کی تقسیم بھی ایک اہم کام ہوگا۔ اور یہ بھی حضرت حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت کی تبلیغ کا ایک بہترین ذریعہ ہوسکتا ہے۔ ہسپتال کِٹ میں مریضوں کے لیے اِمداد کے علاوہ ہندی، اردو، انگریزی اور مقامی زبان میں سیرت سے متعلق دو چار صفحات کا ایسا پمفلٹ بھی ہو، جس کا مضمون واقعۃً دل میں اتر جانے والا ہو تو یہ بھی ایک بہتر قدم ہوگا۔

(۴) روزوں کا اہتمام: یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ اس دن روزہ رکھا جائے، مگر یہ تو جشن عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منانے کے ان طریقوں میں سے ایک ہے جو اسلامی روایت، بلکہ خود حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے، اور کیا بہترین ہوگا کہ ہم خود روزے رکھ کر اس دن غریبوں، ضرورت مندوں اور مریضوں کے لیے کھانے کا انتظام کریں۔ خود بھی روزہ رکھیں اور اپنے بچوں کو بھی اس کی تلقین کریں۔ کوشش کریں کہ اس دن کا افطار محلے کی مسجد میں اجتماعی طور پر اور وہ بھی اہتمام کے ساتھ کریں، تاکہ ہمارے ارد گرد رہنے والے غیر مسلموں کو بھی ہماری ہلچل اور جفاکشی سے سیرت نبوی کے حوالے سے ایک مثبت پیغام جائے۔

(۵) اَمن کانفرنس کا انعقاد: اس تاریخ کو خاص طور پر امن کانفرنس اور مذاکرے کا انعقاد کیا جائے اور اس دن کو عالمی یوم امن کے طور پر منایا جائے۔ اور صرف منایا نہ جائے، بلکہ انعقاد سے پہلے اور انعقاد کے بعد بھی اس کا خوب پرچار کریں؛ غیر مسلم ماہرین کو بھی دعوت سخن دیں، اور اس پروگرام کا اتنا پرچار کریں کہ پورے ربیع الاول شریف میں اس کا ذکر خیر ہر شخص کی زبان پر رہے اور غیر مسلم افراد کی بھی اچھی خاصی تعداد شریک ہو۔ مگر یہ جلسہ برائے جلسہ نہ ہو، بلکہ اس سے مثبت پیغام دنیا تک پہنچانے کی بھرپور کوشش کریں۔ مروجہ رسم ورواج سے ہٹ کر زمانے کے

تقاضوں کے مطابق کام ہو۔ جس میں کم از کم ایک گھنٹے کا سیشن صرف ''غلط فہمیوں کے ازالے'' کے لیے مخصوص ہو۔

حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت پر مسلم و غیر مسلم کے ذہن میں پیدا ہونے والے ہر سوال کا جواب سائنٹفک، معاصرانہ اور معقول انداز میں دیا جائے۔ اس حوالے سے اس کام کے ماہر علما کو ہی مدعو کیا جائے اور ان سے ہی یہ کام کروایا جائے، ہر مدرسے میں شیخ الادب اور شیخ الحدیث کی تقرری والا معاملہ نہ ہو، ورنہ الٹی سیدھی تاویل اور ہمارے غیر معقول جوابات سے مثبت کی بجائے منفی تاثر بھی جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں جدید ذرائع ابلاغ مثلاً ٹیلی ویژن چینلز، ایف ایم ریڈیوز، یوٹیوب اور سوشل میڈیا کی بھی زیادہ سے زیادہ مدد لی جائے۔

(۶) اجتماعی شادی کا اہتمام: کیا ہی بہتر ہو اگر اس دن ہمارے اداروں، خانقاہوں، تنظیموں اور اہل ثروت کی جانب سے اجتماعی شادی کا اہتمام کیا جائے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم صرف غریب کی بچیوں کی شادی کا انتظام کریں، بلکہ ہماری رائے تو یہ ہے کہ اس میں اہل ثروت اور اہل غربت دونوں کے بچوں کی اجتماعی نکاح خوانی کا اہتمام کیا جائے۔ ویسے بھی ہمارا نظریہ ہے کہ ہم میں سے جو اہل مال لفظوں سے یا اموال سے غریبوں کی بچیوں کے لیے امداد کرتے ہیں، ان کے پاس اس سے بہتر متبادل موجود ہے کہ اہل ثروت خود اپنے بچے / بچیوں کی شادی نہایت سادگی سے کریں تو شاید کسی غریب کو منگتا بننے کی نوبت نہ آئے، ہم یہ راستہ چھوڑ کر کسی غریب کی جھولی میں دو روپیہ ڈال کر اسے اپنا احسان مند بنانے کی سعی کرتے ہیں، ایک طرح سے اپنی منافقانہ چال سے ہم انھیں رسوا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اگر ہم نے 'جہیز سے خالی شادی' کی بنیاد اس مقدس دن میں رکھی اور پورے سال اسے نبھاتے رہے تو شاید یہ بھی ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے کا ایک بہترین ذریعہ ہو سکتا ہے۔ ذرا تصور کریں جس میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دن ہمارے گھروں میں خوشیوں کا تبادلہ ہوگا، اس کی برکات سے ہم اور ہمارا معاشرہ کتنا مالا مال ہوگا اور سب سے اہم کام یہ ہے کہ اس مبارک دن کی خوشیاں مناتے مناتے ہم اتنے مست نہ ہو جائیں کہ نمازیں قضا ہو جائیں اور ہمیں احساس تک نہ ہو۔

☆☆☆

ذرائع ابلاغ کے ذریعہ اسلام کی منفی شبیہ کی تشہیر اور مسلمانوں کی بے بسی کا المیہ

غلام مصطفیٰ رضوی [نوری مشن مالیگاؤں]

اِس زمانے میں میڈیا کی اہمیت و افادیت، ضرورت و اثرات مزید اُبھر کر سامنے آئے۔ ماضی میں کئی صدی پیش تر جب کہ پریس اور میڈیا، پریس یا ابلاغ کے ذرائع وضع نہیں ہوئے تھے؛ یہودیوں نے باقاعدہ اپنے پروٹوکولز میں اس پر منصوبہ بندی بھی کی تھی، اور مستقبل کے اِس اہم ادارے کو اپنے مفادات کے تئیں استعمال کے لیے کافی سنجیدگی اور قدرے تخریب کے ساتھ پیش رفت بھی کی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ صنعتی انقلاب کے بعد صحافت کی افادیت نکھر کر سامنے آئی۔ جب کہ ٹکنالوجی کی ترقی نے الیکٹرونک میڈیا کو آن کی آن میں دنیا کے ہر خطے تک پہنچا دیا، انٹرنیٹ نے اس مہم کو مزید تیز رفتاری عطا کی۔ لازمی نتیجہ سامنے ہے کہ کوئی حادثہ رونما ہوتا ہے تو لمحوں میں اس کی تشہیر سارے جہان میں ہو جاتی ہے۔

میڈیا کی برق رفتاری سے یہودی پروپیگنڈوں کو بڑی تقویت ملی۔ جس کے چند منفی پہلوؤں کو قومی تناظر میں؛ اس تحریر میں پیش کیا جائے گا تا کہ ہماری غفلت اور منفی تشہیر کے مضر پہلوا جاگر ہوں اور بہ حیثیت زندہ قوم ہم اپنے اسلامی وقار کے تحفظ کے لیے سنجیدگی کا مظاہرہ بھی کریں اور حالیہ فتنوں کی بیخ کنی کے لیے پابہ رکاب ہوں:

[۱] ذرائع ابلاغ کے بنیادی مقاصد میں سچ کی اشاعت اور ترسیل کا عنصر نمایاں ہے۔ لیکن اس پہلو کو یہودی اجارہ داری نے قابلِ اعتنا نہ سمجھا۔

[۲] حقائق کے قتل وخوں میں میڈیا کی منفی روش نے نمایاں رول ادا کیا۔ برما سانحہ لیجیے؛ مدتوں سے روہنگیا مسلمانوں کا قتل عام جاری رہنے کے باوجود میڈیا خبروں کو دباتا رہا، ظلم ایک دن بےنقاب ہونا تھا؛ سو ہوا۔

[۳] روس کی تباہی کے بعد افغان میں ابھرنے والا حلقہ امریکہ کا منظورِ نظر اور ابتدا میں مجاہد تھا؛ بعد میں وہی حلقہ دہشت گرد ہو گیا۔ یہ میڈیا کا کمال ہے۔ یوں ہی پاکستان میں جو حلقے مسلمانوں کو کریدا اور روندرہے ہیں؛ انھیں صرف اِس لیے لگام نہیں لگائی جارہی کہ ان سے اسلامی مملکت کا نظام درہم برہم ہے، ترقیاں مفقود ہیں، گرچہ انھیں عالمی ذرائع ابلاغ میں دہشت گرد لکھا اور کہا جارہا ہے، اور انھیں جدید ہتھیار بھی مہیا وہی کررہے ہیں جو اسلام دشمن ہیں۔ اِس طرح دورخی پالیسی کے ذریعے اسلام پر ضرب لگائی جارہی ہے اور مسلم مملکتوں میں افراتفری پھیلائی جارہی ہے۔

[۴] امریکی تباہی سے دو چار مسلم ممالک میں امن قائم نہ ہو سکے اِس کے لیے بدنظمی پھیلائی جارہی ہے، یہ کام امریکی حمایت یافتہ کرتے ہیں اور میڈیا میں اسے مسلمانوں سے منسوب کر کے اسلام کے خلاف زباں کھولی جاتی ہے۔

[۵] ہر دہشت گردانہ واردات کے فوری بعد بِنا تحقیق مسلم نام ظاہر کر کے مسلمانوں کے خلاف ماحول سازی الیکٹرونک میڈیا کا منفی رخ ہے۔

[۶] اسلامی قوانین کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا، پس منظر نظرانداز کر کے مثبت معاملات کو منفی روپ دینا بھی میڈیا کا اسلام دشمن رخ ہے۔

[۷] دین سے جاہل چند زرخرید خواتین کے ذریعے کورٹ کچہریوں میں اسلامی قوانین کے خلاف مقدمہ کر کے یہ واویلا مچانا کہ اسلام میں خواتین عدمِ تحفظ کا شکار ہیں؛ یہ میڈیا کا اسلام مخالف رخ ہے، یوں ہی لاکھوں اسلام پسند خواتین کی رائے کو یکسر مسترد کرنے کی فکر تشکیل دی جارہی ہے۔

[۸] عیسائیت، یہودیت اور ہمارے ملک کے غیر مسلم مذاہب میں خواتین کے حقوق کی پامالی، ان کا استحصال سبھی نظرانداز کیے جاتے ہیں، جب کہ ان کے یہاں جس طرح سے عظمتِ نسواں غیر محفوظ ہے اور عدم مساوات کا غلبہ ہے وہ ظلم وستم کی داستانِ خوں آشام ہے۔ جس مذہب نے انسانی زلفوں کو سنوارہ اور جینے کے طرق وآداب بتائے، اس کی فطری مقبولیت سے خوف زدہ باطل قوتوں نے میڈیا کی منفی مہم کو غذا فراہم کی۔

[۹] دینی اصطلاحات طلاقِ ثلاثہ، حلالہ، چار شادیاں؛ ان کی پشت پر جو فلسفہ اور انسانی احترام مستور ہے نیز جو اصول متعین ہیں، ان سب سے نگاہیں موند کر انھیں منفی انداز میں پیش کرنا میڈیا کی زیادتی اور بددیانتی ہے۔ آئے دن ٹی وی اور الکٹرونک میڈیا کے ذرائع ان معاملات میں اسلام جیسے مکمل دین کے قوانین پر نقطہ چینی وحرف گیری کی جرأت وجسارت کرتے ہیں۔ یہ پہلوان کی اسلام دشمنی کا عکاس ہے۔

[۱۰] اسلامی قوانین سے ناآشنا دین بیزار افراد کو ذرائع ابلاغ کے ذریعہ نمایاں کر کے من چاہا بیان جاری کروانا بھی ان کی منفی پالیسی کا حصہ ہے، ورنہ کیا وجہ ہے کہ جن کا علم بہت ناقص ہوتا ہے انھیں سے اسلامی قوانین پر بیانات نشر کروائے جاتے ہیں؟

[۱۱] مفروضوں اور ایسے ہی پروپیگنڈوں کی بنیاد پر بابری مسجد کی جگہ مندر، تاج محل کی جگہ مشرکین کا مندر اور دیگر اسلامی مقامات پر مشرکین کے آثار کا جھوٹ تراشا گیا۔ جسے بعد میں وہمی ذہنوں میں حقیقی روپ میں بٹھایا گیا۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان میڈیا کے منفی رخ پر نظر رکھتے ہوئے اس کی ہر ہوائی کو سچائی نہ سمجھ لیں۔ اپنے بچوں کی تربیت اسلامی رخ سے کریں تا کہ ان کے ذہن اپنے مذہب سے متعلق شکوک وشبہات کا شکار نہ ہوں، اور یہ کہ اسلامی علوم وفنون سے آراستہ کرائیں تا کہ ایمان وعقیدہ فرنگی سازشوں اور یہودی پالیسیوں کی بھینٹ نہ چڑھ جائے۔ ضروری ہے کہ اسلاف کے دامن سے وابستہ رہ کر ذرائع ابلاغ کی منفی سازشوں کو ناکام بنائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سلفِ صالحین کے مبارک نقوش پر گامزن فرمائے۔

وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے ترے غلاموں کا نقشِ قدم ہے راہِ خدا

باغ وبہار

مدارس اسلامیہ کے طلبا و طالبات اور اسکول وکالج کے اسٹوڈنٹس کی قلمی مشق وتربیت کے لیے یہ ایک مستقل کالم ہے۔اس کالم میں صرف مختصر مضامین {Short Articles} قبول کیے جائیں گے، جو عام فہم ہوں۔مضمون نگار اپنا نام، ولدیت، سکونت، تعلیم گاہ اور درجہ وکلاس کی تفصیل بھی درج کرے۔''باغ وبہار'' کے مضامین درج ذیل ای میل پر بھیجیں۔(ادارہ پیغام شریعت: دہلی)

tariqueanwer313@gmail.com

تعظیم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حیوانات وبہائم

سدرہ فاطمہ بنت عطاء المصطفٰے عالم شمسی (توپسیا، کلکتہ) کلاس پنجم: البینی ہال پبلک اسکول (بنیاپوکھر، کلکتہ)

(۱) امام ابوعبداللہ محمد بن موسیٰ بن النعمان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۸۳ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ صالح ابوزکریا اسکندرانی سے سنا اور وہ اللہ کے ولی تھے، وہ فرماتے ہیں کہ میں شیخ راشدی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا، وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حرم مقدس میں بیٹھا ہوا تھا۔اچانک ایک ہرنی باب الرحمۃ سے دوپہر کے وقت آئی، یہاں تک کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ کے سامنے کھڑی ہوگئی، اور دور ہی رہی، اور وہ سر کے اشارے سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام عرض کررہی تھی۔اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، پھر وہ واپس جانے لگی تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب پیٹھ نہیں کی، بلکہ پچھلے پاؤں سے ہی چلتی ہوئی حرم شریف سے باہر نکل گئی۔جب تک وہ باہر نہیں گئی، اس کا منہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کی طرف ہی رہا۔وہ یہ سارا ادب حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کی خاطر کررہی تھی، اور ہم سارا معاملہ دیکھتے رہے۔امام ابوعبداللہ محمد بن موسیٰ بن النعمان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۸۳ھ) فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ ہرنی اس ہرنی کی اولاد میں سے ہے، جس کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آزاد کرایا تھا۔(مصباح الظلام فی المستغیثین بخیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام فی الیقظۃ والمنام ص ۱۹۸-مطبوعہ النوریہ الرضویہ لاہور: پاکستان۔تحفظ ناموس رسالت اور جانور: ازمفتی ضیا احمد قادری رضوی، ص ۴۴-سجاد پبلی کیشنز لاہور)

(۲) امام محمد بن قرظی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک ذمی پر کالے کتے نے حملہ کردیا تو وہ دریا میں داخل ہوگیا۔کتا انتظار کرنے لگا اور بہت دیر کھڑا رہا تو اس ذمی نے کہا: اے کتے! میں محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پناہ میں ہوں تو کتا بھاگتا ہوا واپس چلا گیا۔(سبل الہدیٰ والرشاد جلد ۹ ص ۵۲۲-مطبوعہ مکتبہ نعمانیہ پشاور پاکستان۔تحفظ ناموس رسالت اور جانور: ازمفتی ضیا احمد قادری رضوی، ص ۱۸-سجاد پبلی کیشنز لاہور)

(۳) امام حسین بن محمد حسن الدیار بکری لکھتے ہیں کہ مکھیاں حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک جسم پر نہیں بیٹھتی تھیں اور نہ ہی کپڑوں پر بیٹھتی تھیں۔(تاریخ الخمیس جلد اول ص ۳۸۶-مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان-تحفظ ناموس رسالت اور جانور: ازمفتی ضیا احمد قادری رضوی، ص ۱۹-سجاد پبلی کیشنز لاہور)

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کاشانہ مبارک میں ایک بچھڑا تھا۔جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو بچھڑا کھیلتا، کودتا اور آگے پیچھے ہوتا۔پس جب وہ محسوس کرتا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم تشریف لا رہے ہیں تو خاموش ہو جاتا، اور جب تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے، وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکلیف کے خوف سے خاموش رہتا۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۶ ص ۱۱۲: دارالکتب العلمیہ بیروت - تحفظ ناموس رسالت اور جانور: از مفتی ضیا احمد قادری رضوی، ص ۱۰۱ - سجاد پبلی کیشنز لاہور)

قانون تعظیم نبوی اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی

محمد ناظم بن عبدالرحیم، قدم گاچھی ضلع اتر دیناجپور (بنگال) درجہ حفظ: جامعہ حضرت بلال ٹیانری روڈ (بنگلور: کرناٹک)

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسالہ ''نہج السلامۃ فی حکم تقبیل الابہامین فی الاقامۃ'' کے اخیر میں تعظیم نبوی وتوقیر مصطفوی سے متعلق تحریر کیا۔

''وہابیہ تصریح کرتے ہیں کہ تشہد میں ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ'' سے حکایتِ لفظ کا ارادہ کرے، قصد معنی نہ کرے۔ تصریح کرتے ہیں کہ دور سے یارسول اللہ کہنا شرک ہے، مگر بحمد اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ایمان میں تعظیمِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عین ایمان، ایمان کی جان ہے اور علی الاطلاق مطلوبِ شرع، تو جو کچھ بھی جس طرح بھی جس وقت بھی جس جگہ بھی تعظیمِ اقدس کے لیے بجالائے، خواہ وہ بعینہٖ منقول ہو یا نہ ہو، سب جائز ومندوب ومستحب ومرغوب ومطلوب وپسندیدہ وخوب ہے، جب تک اُس خاص سے نہی نہ آئی ہو، جب تک اُس خاص میں کوئی حرجِ شرعی نہ ہو، وہ سب اس اطلاق ارشاد الٰہی ﴿وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ﴾ میں داخل اور امتثال حکم الٰہی کا فضل جلیل اسے شامل ہے، ولہٰذا ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ جس قدر ادب وتعظیم حبیب رب العالمین جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں زیادہ مداخلت رکھے، اُسی قدر زیادہ خوب ہے۔

فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق ومنسک متوسط وفتاویٰ عالمگیریہ وغیرہا میں ہے: ''**کل ماکان ادخل فی الادب والا جلال کان حسنا**''- امام ابن حجر مکی جوہرِ منظم میں فرماتے ہیں: ''**تعظیم النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم بجمیع انواع التعظیم التی لیس فیھا مشارکۃ اللّٰہ تعالٰی فی الالوھیۃ امر مستحسن عند من نور اللّٰہ ابصارھم**'' (نہج السلامہ ص ۲۴)

(۱) امام ابن ہمام حنفی (۷۹۰ھ-۸۶۱ھ) ودیگر فقہا نے فرمایا کہ جو امر تعظیم وادب میں جتنا زیادہ کامل ہوگا، وہ اتنا ہی زیادہ اچھا ہوگا۔

(۲) امام ابن حجر مکی شافعی (۹۰۹ھ-۹۷۴ھ) نے فرمایا کہ وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کا نور عطا فرمایا ہے، وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وادب کی ان تمام اقسام اور صورتوں کو امر مستحسن تصور کرتے ہیں، جن امور میں رب تعالیٰ کے ساتھ الوہیت میں شرکت نہ ہو۔ (الجوہر المنظم ص ۱۲)

یعنی جو تعظیم وادب الوہیت ومعبودیت کے ساتھ خاص ہو، جن امور کو عبادت کے طور پر انجام یا جاتا ہو، مثلاً نماز، رکوع، سجدہ وغیرہ عبادات اور اس قسم کے تعظیمی امور جو معبود برحق کی تعظیم کے لیے خاص ہیں، وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے اختیار نہیں کیے جائیں گے۔ ان کے علاوہ تعظیم وادب کی تمام قسمیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے بجالانا درست ہے۔ اور جہاں تک بے ادبی کا سوال ہے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان مبارک میں ذرہ برابر بے ادبی سے انسان اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

عشق نبوی کے باب میں سب سے کامل واکمل، مفصل ومدلل، معتمد ومستند کتاب ''کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ'' (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہے۔ قاضی عیاض مالکی (۴۷۶ھ-۵۴۴ھ) نے اس رسالہ میں آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، احکام شرعیہ اور دیگر تمام امور ضروریہ کو شامل کتاب فرما کر ایک ایسا بے نظیر مجموعہ بنا دیا کہ آج تک اس کی مثال پیش نہ کی جا سکی۔ یہ کتاب یقیناً حضور تاجدار عرب وعجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم سے عشق ومحبت پیدا کرنے والی ہے۔فن سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس مجموعہ کا وہی رتبہ ہے، جو علم حدیث میں بخاری شریف کا درجہ ہے۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب ''مدارج النبوت'' بھی اسی کی مثل بہت معتمد کتاب ہے۔

برطانوی ہند کے گورنر جنرلس

مصباح المصطفٰی بن کمال ملک بھنور ضلع نوادہ (بہار) کلاس نہم: ہسوا ہائی اسکول، ہسوا ضلع نوادہ (بہار)

شمارہ نومبر ۲۰۱۷ء میں سات گورنروں کے نام کسی سبب سے پرنٹ نہ ہو سکے تھے، وہ اسما درج ذیل ہیں۔

35-Edward Frederick Lindley Wood, Irwin (1881-1959) {1926-1931}

36-Freeman Thomas, Willingdon (1866-1941) {1931-1936}

37-Victor Alxander John Hope, Linlithgow (1887-1952) {1936-1943}

38-Archibald Percival Wavell (1883-1950) {1943-1947}

39-Louis Francis Albert, Mountbatten (1900-1979) {1947-1947}

40-Louis Francis Albert, Mountbatten (1900-1979) {1947-1948}

41-Chakravarti Rajagopalachari (1878-1972) {1948-1950}

۲۶/ جنوری ۱۹۵۰ء کو ڈاکٹر راجندر پرشاد کو ملک کا پہلا صدر جمہوریہ منتخب کیا گیا۔اور اس تاریخ سے آج تک ملک میں ہندوستان کے شہری ہی صدر جمہوریہ ہوتے رہے۔یعنی ۲۶/ جنوری ۱۹۵۰ء کو بھارت سے مکمل طور پر برطانوی تسلط واقتدار کا خاتمہ ہو گیا۔ملک کو انگریزوں کے پنجے سے آزاد کرانے کے لیے ملک کی ساری قوموں نے مل جل کر قربانی دی، تب یہ ملک آزادی کی نعمت حاصل کیا۔

پاکستان کی تخلیق کا مطلب صرف یہ تھا کہ جو علاقے مسلم اکثریتی آبادی پر مشتمل تھا، اس کو ایک آزاد مملکت تصور کیا جائے۔حقیقت بات تو یہ ہے کہ انگریزوں نے مسلمانوں سے ملک کو اپنے قبضہ واختیار میں لیا تھا۔ایسی صورت میں ضروری تھا کہ جاتے وقت ملک مسلمانوں کو سپرد کیا جاتا، بلکہ انگریزوں کا بھی خفیہ مقصد یہی تھا، لیکن کسی وجہ سے ایسا نہ ہوسکا، بلکہ مسلمانوں کو ملک کی صرف چند ریاستیں دی گئیں۔

انگریز یعنی نصرانیوں جیسی مسلمانوں کی ازلی دشمن قوم نے تحفہ کے طور پر مسلمانوں کو پاکستان نہیں دیا، بلکہ اسی اصول کے مطابق دیا۔جہاں کہیں بھی انگریزوں نے قبضہ کیا تھا، اور پھر ملک کو واپس کرنے کا سوال ہوا تو اقتدار انہیں لوگوں کے ہاتھوں میں دیا، جن سے انگریزوں نے اقتدار چھین کر اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ہندوستان میں یہ فارمولہ ناکام ہوتا دیکھ کر پاکستان کی شکل میں ایک مملکت مسلمانوں کو دی گئی۔

اب بھارت کے ہندوؤں کا یہ کہنا کہ مسلمان پاکستان چلے جائیں، یہ ان کی ناسمجھی ہے۔نہ صرف پاکستان، بلکہ مجموعی طور پر ہندوستان، پاکستان وبنگلہ دیش سب پر مسلمانوں کا حق ہے۔پیدائشی وطن ہونے کے اعتبار سے بھی اور یہاں کے اصل حاکم وامیر ہونے کے اعتبار سے بھی۔یہ ضرور صحیح ہے کہ حق حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کا سہارا لینا پڑتا ہے، اور ملک ہند میں قوم مسلم کو اپنا حق حاصل کرنے کو میدان میں آنا پڑے گا۔اگر قوم مسلم خواب غفلت میں نہ ہوتی تو نہ انگریزوں کا قبضہ ہوتا، نہ اپنے ملک میں ہمیں پردیسی یا بے وطن کا لقب ملتا۔آج بھی موقع ہے کہ مسلمانان ہند اپنی بھلائی کا فارمولہ تیار کر کے اس پر عمل درآمد شروع کر دیں، تاکہ آنے والی نسل اس کا پھل پا سکیں۔

سرزمیں ہند کی اسپین نہ بننے پائے اپنی تاریخ کو دہراتے سناتے رہیے

خیر وخبر

دارالعلوم قادریہ غریب نواز (ساؤتھ افریقہ) کا سہ روزہ سالانہ اجلاس

اہل سنت وجماعت کا مرکزی ادارہ اور قادری چشتی فیضان کا اصدقی میخانہ ''دارالعلوم قادریہ غریب نواز'' لیڈی اسمتھ (ساؤتھ افریقہ) کا سالانہ سہ روزہ اجلاس شیخ العلما والمشائخ حضرت علامہ سید شاہ محمد علیم الدین اصدق مصباحی صاحب قبلہ مدظلہ العالی بانی دارالعلوم ہذا کی سرپرستی میں مورخہ ۱۵/۱۶/۱۷ستمبر ۲۰۱۷ء بروز جمعہ، سنیچر، اتوار منعقد ہوا- اجلاس اول کا آغاز ۱۵ر ستمبر بروز جمعہ بعد نماز عشا دارالعلوم کے وسیع وعریض احسن العلما ہال میں تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ اس کے بعد دارالعلوم کے طلبا نے نعت ومنقبت سے سامعین کو محظوظ کیا، بعدہ عالمگیر شہرت یافتہ ثنا خواں الحاج اویس رضا قادری (پاکستان) نے حمد ونعت ومناقب سے سامعین کو خوب سرشار کیا۔ ان کے بعد مشہور عالم دین مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی (انگلینڈ) نے سامعین سے پرمغز خطاب کیا۔ اخیر میں درود وسلام اور دعا پر اجلاس نہایت کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

۱۶ر ستمبر بروز سنیچر بعد نماز عصر ختم بخاری شریف کی محفل دارالعلوم کے شیخ الحدیث حضرت علامہ افتخار احمد مدنی کی سرپرستی میں منعقد کی گئی۔ مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں خاں اعظمی صاحب قبلہ نے طلبہ کو بخاری شریف کا آخری درس دیا۔ اسی روز بعد نماز عشا دوسرا اجلاس عام منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد دارالعلوم کے طلبا نے نعتیہ کلام پڑھا اس کے بعد الحاج اویس رضا قادری نے اپنے مخصوص لب ولہجے میں نعت ومنقبت پڑھی کہ محفل میں کیف کا سما بندھ گیا۔ فاضل جلیل حضرت علامہ ارشد رضا مصباحی (انگلینڈ) نے انگلش میں سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے پرمغز خطاب کیا، پھر مہمان خصوصی حضرت علامہ اعظمی مائک پر جلوہ افروز ہوئے اور اپنی علمی، فکری اور ناصحانہ بیان سے سامعین کے قلب وروح کو گرما دیا۔ تقریبا رات کے ۱۲ر بجے درود وسلام اور سربراہ اعلیٰ دارالعلوم ھذا کی دعا پر اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

۱۷ر ستمبر بروز اتوار دن میں ۱۰ر بجے آخری اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن سے ہوا، الحاج اویس رضا قادری نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ کے نعتیہ کلام سے سامعین کو خوب محظوظ کیا، جبکہ علامہ ارشد رضا مصباحی نے انگلش میں علم دین کی اہمیت وافادیت پر خطاب کیا۔ بعدہ دارالعلوم سے فارغ ہونے والے ۳۴ر طلبا کو علما ومشائخ کے مقدس ہاتھوں دستار وسند سے نوازا گیا۔ ان فارغین میں درجۂ تحقیق کے دو، درجہ فضیلت کے ۱۴، درجۂ حفظ کے ۹ جبکہ درجہ قرأت کے ۸ طلبا ساؤتھ افریقہ، فیجی، ملاوی وغیرہ مختلف ممالک کے تھے۔

الحمد اللہ یہاں کے فارغین افریقہ، کینڈا، ویسٹ انڈیز، فجی، نیوزی لینڈ، آسٹریلیا، افریقہ کے بیشتر ممالک اور ہندو پاک میں دین متین کی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ اب تک دارالعلوم کے فارغین کی تعداد ۳۰۰ر تک پہنچ چکی ہے، جن میں ۱۰۰ر سے زائد مفتی اور علما وفضلا ہیں بقیہ حفاظ وقرا ہیں۔ بوقت ظہر صلاۃ وسلام اور سربراہ اعلیٰ دارالعلوم ھذا کی رقت انگیز دعا پر اجلاس پائے تکمیل کو پہنچا۔ تمام اجلاس کی نظامت حضرت مولانا نبیل احمد معینی نے فرمائی۔ مخیرّ قوم وملت جناب حاجی محمد رفیق پردیسی برکاتی مہمان خصوصی کی حیثیت سے تمام اجلاس میں شریک رہے۔

رپورٹ: سید محمد ثمرہ اصدق: دارالعلوم قادریہ غریب نواز لیڈی اسمتھ (ساؤتھ افریقہ)

R.N.I. No. DELURD/2015/65657 **Posted at RMS** Postal Registration: DL (DG-11) 8085/2016-18

Publishing Date: 20 Same Month

Paigam e shariat Monthly

Total 56 Pages with Title Cover, Weight 95 grams

Vo:- 03 Issue: 26 December: 2017 Posting Date:21&22



WWW.ALHANEEF.COM

FIRST EVER HANAFI WEBSITE IN THE ENGLISH LANGUAGE DEDICATED FOR FATAWA

Our Goals

1. **To Create A Global Forum Of Hanafi Research Scholars To Develop Mutual Understading Of Islamic Issues**

2. **To Provide A Learning Platform For Those Who Do Not Have Access To A Reliable Mufti**

We Have A Team Of Expert Jurists To Solve Contemporary Issues In The Light Of Hanafi Jurisprudence,

Visit Our Website

www.alhaneef.com

Directer:

MUFTI FAIZANUL MUSTAFA QADRI

Main Resouces:

- **Fatawa Razvia**
- **Fatawa Amjadia**
- **Bahare Shariat**
- **Fatawa Mustafvia**
- **Fatawa Faizurrasool**
- **Waqarul Fatawa Etc**

For Your Questions Visit The Website And Go To : Ask A Question

Owner, Publisher & Printer
Mohommad Qasim
Chief Editor
Faizanul Mustafa Qadri

Printed at **M/S Ala Printing Press**
3636 Katra Dina Baig, Lal Kuan, Delhi-110006
Published from H.No. 422, 2nd Floor, Gali Sarotey Wali
Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-110006